http://knooz-e-dil.blogspot.com/

دسمبر ۱۹۹۶

المرشد

لاہور

صفہ اکیڈمی

ایک مثالی اِدارہ

جہاں کے طلبہ ہر سال
اوّل پوزیشن حاصل کرتے ہیں صفحہ ۱۳

جو لوگ ساری عمر
کلمہ اور اس کا ترجمہ
سمجھنے کی کوشش نہیں
کرتے وہ اسلام کو
کیا سمجھیں گے؟
صفحہ ۵

کیا اللہ کی مُحبّت
میں اِتنی قوت بھی
نہیں کہ تُم اُس
کا جَواب مُحبّت
میں دے سکو؟
صفحہ ۳۸

آج

روئے زمین پر ۲۰۰ کروڑ انسان مسلمان ہونے کا
دعویٰ رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود عہدِ حاضر کی بے حیائی
اور تہذیبِ جدید کی غیر مہذّب حرکات کا ہدف بنے ہوئے ہیں۔ صفحہ ۱۹

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

ماہنامہ المرشد لاہور

یکے از مطبوعات:
ادارہ نقشبندیہ اویسیہ۔ دار العرفان۔ منارہ۔ ضلع چکوال

دسمبر ۱۹۸۹ء
جمادی الاول ۱۴۱۰ھ

شمارہ : ۵
جلد : ۱۱

بدلِ اشتراک

فی پرچہ	۱۰ روپے
ششماہی	۵۵ روپے
چندہ سالانہ	۱۰۰ روپے
تاحیات	۷۰۰ روپے

غیر ملکی

سری لنکا۔ بھارت، بنگلہ دیش	۲۰۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور مشرقِ وسطیٰ کے ممالک	۵۰ سعودی ریال
تاحیات	۳۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپی ممالک	۱۰ سٹرلنگ پونڈ
تاحیات	۵۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ اور کینیڈا	۲۰ امریکن ڈالر
تاحیات	۱۰۰۔ امریکن ڈالر

رقم / چندہ مضامین برائے اشاعت، تبصرے، شکایات اشتہارات وغیرہ

بھیجنے کے لیے

المرشد، دیگر مطبوعات اور کیسٹ وغیرہ

منگوانے کے لیے

دفتر ماہنامہ المرشد

الوہاب مارکیٹ غزنی سٹریٹ

اُردو بازار، لاہور۔ فون ۲۲۰۳۵۷

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

ماہنامہ **المرشد** کے :

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ،
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ نشر و اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔ اے (عربی) ایم۔ اے (اسلامیات)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

مدیر : تاج رحیم
ناظم طباعت : سیّد اکرام الحق

فہرست

اداریہ	۴
فلسفہ گناہ و سزا	۵
صقارہ اکیڈمی کا یوم والدین	۱۳
اُبھرتے ڈوبتے سُورج	۱۹
سوال آپ کا، جواب شیخ المکرّم کا	۳۴
وسیلہ	۳۸
عظمتِ نبوّت	۴۴

شعبۂ اشتہارات

ناظم اشتہارات : سیّد اکرام الحق	لاہور	ٹیلیفون	۲۲۰۳۵۷
تاج رحیم	لاہور	"	۸۷۷۲۴۹
نصر اللہ بٹّر	گوجرانوالہ	"	۸۸۳۴۴
امان اللہ ملک	گجرات	"	۳۴۶۶
عبدالجبّار ایڈووکیٹ	فیصل آباد	"	۲۴۱۵۵ ۴۱۱۵۶
زاہد محمود	راولپنڈی	"	۸۴۵۴۷۵
لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محبوب خان	کراچی	"	۵۴۴۹۹۰

آرٹ : محمّد علی شاد مناورّی
خطاطی : ظفر اقبال
سرورق : صلاح الدین ایوبی
پبلشر : حافظ عبدالرزاق
پرنٹر : عالمین پرنٹنگ پریس لاہور

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

اداریہ

تقسیم کے وقت پاکستان کے حصے میں جو نظام تعلیم آیا تھا اس کی صحت کسی آزاد قوم کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ تھی۔ کچھ عرصہ ہم اس حالت پر روتے رہے پھر اس کی میت پر گریہ و زاری کرتے رہے اور اب اس کی موت کا انتقام لے رہے ہیں۔ ہمارے تعلیمی ادارے اگر محاذ جنگ بن گئے ہیں تو یہ ہم اپنے حق علم و تعلیم کے قتل ہو جانے کا انتقام لے رہے ہیں۔ اس شعبے میں ہر برسر اقتدار طبقے اور تمام با اختیار افراد نے جو کچھ کیا ہے یہ اسی کا طبعی رد عمل ہے۔ یہی کچھ ہونا تھا جو ہو رہا ہے۔ اس کے لیے نوجوانوں کو مورد الزام ٹھہرانا ایک اور زیادتی ہے۔ اب بھی جن افراد اور طبقے کے ہاتھ میں کچھ کرنے کا اختیار ہے وہ کچھ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اس لیے کہ وہ لوٹ کھسوٹ میں اتنے مصروف ہیں ان کے پاس سوچنے اور کچھ کرنے کیلئے وقت کہاں۔

حال بدحالی کا شکار ہے، مستقبل تاریک ہے، ایسے میں اللہ کا برگزیدہ بندہ اٹھتا ہے، سوچتا ہے، چند ساتھیوں کو تیار کرتا ہے اور شہر کی گہماگہمی سے دور پوٹھوہار کی خشک ویران پہاڑیوں کی پتھریلی سطح پر امید کی ایک چھوٹی سی شمع روشن کرتا ہے۔ صقارہ اکیڈمی کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ قائم ہوتا ہے۔ جس کے پاس مالی وسائل محدود ہیں۔ پھر بھی اس کا مقصد روپیہ پیسہ کمانا ہرگز نہیں۔ لیکن چند سال میں یہ ادارہ ملک و قوم کے تعلیمی نظام اور اداروں کیلئے ماڈل اور روشنی کے مینار کا کام دینے لگا ہے۔ اس اکیڈمی کی بنیاد ہی ایک مختلف سوچ و فکر پر ہے۔ نہ تو یہاں فائلوں میں دفن ہو جانیوالے کلرک پیدا کئے جاتے ہیں نہ ہی چندوں کے محتاج مولوی۔ یہاں پتھر بھی آجائے تو اس کی ایسی خراش تراش کیجاتی ہے کہ کسی بیش قیمت ہیرے سے زیادہ ہی دام پائیگا۔ یہاں کی ہر بات منفرد ہے۔ یہاں کردار کی تعمیر ہوتی ہے۔ دلوں میں قوت و ایمان کی روشنی بھری جاتی ہے۔ دل و دماغ کو ایسی جلا بخشی جاتی ہے کہ یہ نونہال عملی زندگی میں جائیں تو زندگی کے ہر شعبے میں قیادت کے قابل ہوں جن کیلئے کتابیں پڑھ لینا اور امتحان پاس کرنا معمولی سی بات بن جاتی ہے۔ ثبوت تو ان دو سالوں میں یہاں کے بچوں نے خود مہیا کر دیا ہے کہ اعلیٰ اور جدید ترین سہولتوں سے مزین کروڑوں روپے کے بجٹ سے چلنے والے اداروں پر صقارہ اکیڈمی کے طلباء سبقت لے گئے۔ پہلے سال ہی پنڈی بورڈ کے میٹرک امتحان میں اول و دوم پوزیشن اور دوسرے سال تینوں ٹاپ پوزیشنیں اور تمام کے تمام طلباء اونچی فرسٹ ڈویژن لے گئے۔

یہ شاندار نتائج بیشک اکیڈمی کیلئے قابل فخر ہیں لیکن یہ منزل نہیں ہے۔ جس مقصد کیلئے یہ اکیڈمی قائم کی گئی ہے وہ ٹاپ پوزیشنوں سے بہت ہی بلند ہے۔ کہ خود غرضی، افراتفری، بددیانتی، ظلم، قتل و غارت اور کفر کے اس تاریک دور میں، ایسے مخلص مسلمان، بہترین دیانتدار شہری، کھرے محب وطن اور مثالی انسان پیدا کر کے اس ملک و قوم کو دیئے جائیں۔ جو اس مردہ قوم کو زندہ کر دیں۔ بدحالی کو خوشحالی میں بدل دیں۔ ظلم کو انصاف میں، محبت و اخوت کا ذریعہ بنیں اور جن کو دیکھ کر بیساختہ زبان سے نکلے کہ ہاں یہی مسلمان ہیں۔

یہاں طلباء کے کردار کی تعمیر و تربیت ایسی کیجاتی ہے کہ پاکستان بھر میں یہ واحد ادارہ ہے جہاں امتحان کے وقت نگرانی نہیں کی جاتی۔ یہاں کے طلباء پر عزم، خود اعتماد، صحت مند، کھیل کے میدان میں آگے، دین کے میدان میں چاق و چوبند، رٹے کی تعلیم اور بے مقصد کتابوں کے بوجھ سے بالاتر ہیں۔ جہاں کا سٹاف بھی منفرد کردار کا مالک ہے۔ پرخلوص، محبت سے سرشار اور DEDICATED استاد ہیں۔ سب سے بڑھ کر جو بابرکت ہستی اس اکیڈمی کے وجود کا سبب ہے ان کی شب و روز کی توجہ اور فکر و کوشش نے اس ملک بھر کیلئے ایک ایسا مثالی ادارہ بنایا ہے جہاں تعلیمی دنیا کے گورو اور صاحب اختیار اگر اپنی سوچ کو روشن، خیالات کو منور اور ارادوں کیلئے قوت حاصل کر سکتے ہیں۔ ان کے لیے دعوت عام ہے کہ یہاں آئیں، کچھ دیکھیں، چند گھڑیاں صحبت میں بیٹھیں۔ کچھ سیکھیں، کچھ حاصل کریں۔ اور پسند آئے تو جہاں اور جتنا جس کا اختیار ہے اپنا نظام درس و تدریس اور اداروں کو اس مثالی ادارے کے رنگ میں ڈھالیں اللہ ان کا مددگار ہوگا

تاج رحیم

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

فلسفہ گناہ و جزا

حضرت مولانا محمد اکرم

رب جلیل نے ہمارے دعوئ اسلام کی اور دعوئ ایمان کی وضاحت فرمائی ہے یہ دنیا دار ابتلا ہے امتحان کی جگہ ہے آزمائش کی جگہ ہے اور انسان کو اللہ جل جلالہ نے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے اور اس قدر شعور و آگہی سے نوازا ہے کہ انسان ہی واحد مخلوق ہے جو عظمت باری کو باقی مخلوق کی نسبت بہت زیادہ سمجھ اور جان سکتی ہے۔ چونکہ معرفت الہٰی کا سب سے بڑا دروازہ نبوت ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نوع انسانی میں ہی ہوئے ہیں کسی اور نوع کو نبوت سے سرفراز نہیں فرمایا گیا لہذا معرفت باری کی استعداد سب سے زیادہ انسان میں ہی ہے۔ انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے اللہ جل شانہ، نے اس عالم مادی میں خطاب سے نوازا ہے اور اس میں یہ استعداد رکھی ہے کہ وہ اس کی ذاتی تجلیات کو اپنے قلب میں، اپنے دل میں، اپنے باطن میں سمو سکتے ہے

اس کے ساتھ عالم دین دنیا کو بھی سجانے میں کمی نہیں کی کیونکہ یہ اللہ جل شانہ، کی تخلیق ہے اور ہر تخلیق اپنے خالق کے اظہار کے لیے ہوتی ہے کاریگر جو ہوتا ہے اس کی عظمت اس چیز سے ظاہر ہوتی ہے جو وہ بناتا ہے۔ رب جلیل کیونکہ بے مثال ہیں۔ اپنی ہر صفت میں لہذا جو چیز اللہ نے پیدا فرمائی ہے اس کی آپ چھوٹی سے چھوٹی تخلیق کو لے لیں تو اس میں بھی اس قدر خوبصورتی، اتنا حسین امتزاج اس قدر تناسب، اس قدر باریکیاں اور اس قدر عجائبات ہونگے کہ انسان سمجھ نہیں سکتا۔ ایک مچھر، ایک مکھی کو، ایک حقیر سی چیونٹی کو آپ لے لیں تو اس میں بھی دیکھنا سننا سمجھنا گھر بنانا غذا حاصل کرنا اپنے بچے پالنا موسم سردی گرمی سے اپنے آپ کو بچانا، پتہ نہیں اس میں بھی کتنا شعور ہے اس میں کتنی سوچنے کی قوتیں رکھی ہیں وہ کس طرح دیکھ لیتی ہے وہ کیسے سن لیتی ہے۔ نہایت چھوٹی چھوٹی چیزوں کو دیکھ لیں ان میں بہت بڑا کارخانہ پنہاں ہے ایک ایک تنکے، ایک ایک پتے میں ایک پورا انتظام پنہاں ہے کہ جڑ نے غذا دی پھر اس نے تنے کی رگوں سے گزار کر پتوں تک پہنچائی پتوں میں جا کر وہ پکتی ہے اس کا مواد بنتا ہے پتے کی زردی میں روشنی کی حدت بھی موجود ہوتی ہے اور وہ گرمی جو بظاہر ہمیں نظر نہیں آتی پتے کے اندر ایک عمل ایسا کرتی ہے جو اس چیز کو پکا کر اس قابل بناتی ہے کہ اس میں سے جو مادہ لکڑی بننے کے

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

کام آسکتاہے وہ تنے اور شاخوں میں جذب ہوتاہے جس سے چھال بن سکتی ہے وہ علیحدہ ہوجاتاہے جس سے پتہ بن سکتاہے وہ پتوں میں رہ جاتاہے۔ جس سے پھول بن سکتاہے وہ اس طرف منتقل ہو جاتاہے جس سے پھل بن سکتاہے وہ اس طرف منتقل ہوجاتاہے ایک پورا کارخانہ، ایک پورا نظام ایک پتے میں ہے۔ اب جب اس قدر حسن ہے ایک تنکے میں، ایک پتے میں، تو وسیع کائنات جو پھیلی ہوئی ہے اس میں کتنا حسن ہوگا کتنی لذتیں ہونگی کتنی راحتیں ہوں گی اس لیے اللہ کریم نے فرمایا کہ زمین میں فساد نہ کرو کہ میں نے اسے بڑا سجا سنوار کر بنایا ہے بہت خوبصورت ہے یہ۔ اور ایک طرف شعور و استعداد ہے جو عظمت باری کو پاسکتاہے جمال باری کو سموسکتاہے دوسری طرف وہ حسیں ہیں جو زمین پر پھیلے ہوئے حسن کو سمیٹ سکتے ہیں زمین پر پھیلی ہوئی لذتوں سے مستفید ہوسکتے ہیں زمین پر پھیلی ہوئی راحتوں سے استفادہ کر سکتی ہیں اور یہ دونوں باتیں انسان کے لیے ضروری ہیں۔

وجود کو باقی رکھنے کے لیے لذات دنیوی ضروری ہیں رب جلیل کی معرفت کو پانے کے لیے اس کے ساتھ تعلقات استوار کرنا ضروری ہے کہ ان دونوں میں یہ تفریق دی گئی کہ رب جلیل نے فرمایا میں خالق ہوں اور یہ ہر چیز مخلوق ہے لہٰذا یہ میرے برابر درجہ نہیں پاسکتیں عظمت میرے لیے ہے یہ تمہاری ضرورت ہے اس ضرورت کو استعمال کرنے کے لیے میں تمہیں طریقہ سمجھا دیتا ہوں جس چیز سے روک دوں اس سے رک جاؤ۔ جس کی اجازت دے دوں اسے لے لو۔ جس طریقے سے حاصل کرنے کی اجازت دے دوں اسی طریقے سے حاصل کرو تو دو کام ہونگے میری عظمت وکبریائی کا اظہار ہوگا اور میرے مقابلے میں مخلوق بے قیمت ہوجائے گی اس کی کوئی قیمت نہیں رہے گی۔ جسے میں کہتا ہوں چھوڑ دو۔ اسے چھوڑ دیتے ہو۔ جسے میں کہتا ہوں اختیار کرلو اختیار کرلیتے ہو تو اس کے چھوڑنے میں بھی اور دنیا کے اختیار کرنے میں بھی، دونوں طرف سے میری عظمت میری کبریائی کا اظہار ہوگا دنیا کو کوئی حیثیت حاصل نہ رہے گی۔

دوسری بات یہ ہوگی کہ تمہارے وجود کی ضرورتیں بھی پوری ہونگی اور یہ تکمیل ضرورت ہی میری اطاعت بن کر، میری عبادت بن کر میری معرفت کا سبب بن جائے گا تو اسی تصدیق میں سارا کام ہوگا۔

اب اللہ کریم سے ان ہدایات کو لینے کا اقرار کرنا، اسے کہتے ہیں ایمان، توحید باری کا رسول اللہ کی عظمت وکبریائی کا اقرار نبوت و رسالت کا اقرار، یہ سارا اقرار کیاہے کہ دنیا کی زندگی مخلوق کو دنیا کی نعمتوں کو لذتوں کو اس طرح اختیار کروں گا جس طرح رب العلمین اجازت دیں گے۔

رب کریم فرماتے ہیں لوگوں نے یہ سمجھ رکھاہے کہ ہم زبان سے کہیں گے کہ بھئی ہم تو ایمان لاتے ہیں مسلمان ہیں ہم وہ کام کریں گے جس کا اللہ جس طریقے سے کرنے کی اجازت اور حکم دیں گے جہاں سے روک دیں گے رک جائیں گے اور یہ کہہ کر بات ختم ہوگئی پھر جو جی میں آئے کرتے رہیں گے۔ پھر کیا پرواہ ہے اور بڑے خوبصورت انداز میں رب جلیل نے فرمایا۔ لوگوں نے یہ سمجھ رکھاہے کہ ہم نے کہہ دیاہے کہ ہم ایمان لائے بات ختم ہوگئی۔ فرمایا نہیں یہ کہنے کا کام نہیں یہ تو کرنے کا کام ہے یہ بات صرف کہنے کی نہیں یہ تو کرنے کی ہے اور انہیں پرکھا نہیں جائے گا کوئی نہیں دیکھے گا کہ یہ کیا کر رہے ہیں انہوں نے کہا تو ہے کہ اللہ ہم تیری عظمت کو، تیری کبریائی کو، تیری سلطنت کو، تیری الوہیت کو، تیری یکتائی کو، تیری خلاقیت کو، تمام مخلوق پر مقدم مانتے ہیں اور اپنا سر نیاز تیرے سامنے جھکاتے ہیں مخلوق کے ساتھ ہمارا تعلق وہ رہے گا جس کی تو اجازت دے گا۔ جہاں تو روک دے گا ساری خدائی چھوڑ دیں گے تیرا دروازہ نہیں چھوڑیں گے۔ فرمایا جب کہہ کر بیٹھتے ہو تو بے فکر مت ہوجاؤ کہ یہ کہنے کے بعد پھر باری آتی ہے مخلوق کی اور وہی جگہ آزمائش کی ہے کہ آپ نے جو کہاہے اس پر عمل بھی کرتے ہو جہاں سے میں نے روک دیاہے وہاں سے رکتے بھی ہو یا نہیں جہاں میں نے کرنے کا حکم دیاہے وہ کرتے بھی ہو یا نہیں۔ یہ چیز کو لینے کا اور جس طرح سے لینے کا حکم دیاہے اس طرح سے وہ چیز لیتے ہو یا نہیں۔ تو فرمایا لوگوں کو یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ ہم نے کہہ دیا یا کلمہ پڑھ لیا اقرار کرلیا یا مسلمانوں کے گھر پیدا ہوگئے بات ختم ہوگئی اس سے آگے کہتے ہیں خیر ہے اللہ کریم ہے اللہ معاف کردے گا۔ یہ درست ہے اللہ کریم بھی ہے اور اللہ معاف کرنے والا بھی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

لیکن اگر ہم خدانخواستہ خود اس کی رحمت کو جھٹک دیں تو پھر اللہ کے رحمان یا رحیم ہونے میں تو کوئی شبہ نہ رہا تو اطاعت کو چھوڑنے

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

کا معنی یہ ہے کہ خود کو رحمت سے نکال کر لے جانا، خود کو رحمت باری سے جدا کر لینا، خود دامان رحمت کو جھٹک دینا کہ مجھے نہیں چاہیئے اگر خدانخواستہ کوئی دامان رحمت کو جھٹک دیتا ہے پھر وہ کہتا ہے خیر ہے گزارا ہو جائے گا اللہ رحیم ہے۔ اللہ کی رحمت کو تو آپ نے جھٹک دیا۔ یہی ایک مسئلہ یہاں ارشاد ہوا ہے

لوگو! یہ نہ سوچا کرو کہ ہم نے کہہ دیا کہ ہم مسلمان ہیں ہم ایمان لے آئے ہم نے کلمہ پڑھ لیا کام ختم ہو گیا نہیں کام تو آپ کے کہنے سے شروع ہوا۔ کام ختم نہیں ہوا بلکہ اب اس کے آگے آپ کا امتحان ہے فرمایا گیا کہ آپ نے جو کہا ہے وہ کرتے بھی ہیں یا نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے علاوہ بھی باقی تینوں ائمہ فقہ اور بیشتر ائمہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ جیسے آدمی اس بات پر متفق ہیں کہ عمل ہی ایمان ہے اگر عمل درست نہیں ہے تو ایمان درست نہیں ہے ان سب کا اتفاق یہ ہے کہ عمل ہی کا نام ایمان ہے امام صاحب فرماتے ہیں یہ اقرار کرنا کہ میں مسلمان ہوں یہ بھی تو ایک عمل ہے اسے کافر کہا جائے یعنی اقرار جو ہے یہ بھی ایک عمل ہے اگر آپ عمل ہی کو کہتے ہیں تو اقرار بھی ایک عمل ہے اسے کافر نہ کہا جائے لیکن اس سے آگے صرف آپ فرائض میں سے نماز کو لے لیں نماز ایک ایسا فرض ہے جس میں بندے اور رب کے درمیان معاملہ ہے روزی کا حصول رزق حلال فرض عین ہے اس میں معاملہ صرف رب العٰلمین کے ساتھ نہیں بندے کا بندے کے ساتھ بھی ہوتا ہے اگر ہم ناجائز رزق حاصل کرتے ہیں تو صرف ترک فرض نہیں کرتے بلکہ دوسرے کا حق بھی چھینتے ہیں تو اس میں اور کراہت بڑھ گئی یا جو معاملات لوگوں کے ساتھ یا انسانیت کے ساتھ مخلوق کے ساتھ ان میں تو اور بھی بڑھتی ہیں جو معاملہ رب کے ساتھ ہے مثلاً نماز فرض ہے تو تمام ائمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی شخص سے کہا جائے کہ نماز پڑھو اور وہ انکار کر دے تو قطعی کافر ہے لیکن انکار نہیں کرتا اور نماز کا وقت نکل جاتا ہے ادا بھی نہیں کرتا دوسری بار بھی نہیں کرتا، تیسری بار آپ کہتے ہیں اور تیسری بار یہ انکار بھی نہیں کرتا اور نماز ادا نہیں کرتا تو ائمہ فقہ فرماتے ہیں یہ واجب القتل ہے اس کا مال بیت المال میں جمع کرایا جائے اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اس کے لیے رعایت دیتے ہیں کہ اسے قید کر دیا جائے ممکن ہے کبھی توبہ کر لے

اگر توبہ کے بغیر قید میں مر جائے تو پھر اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے اس کا مال ضبط ہو جائے گا بیت المال میں داخل ہو جائے گا اور اس کو غسل نہ دیا جائے جنازہ نہ پڑھا جائے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے یہ ایک بنیادی فتویٰ ہے ایک طرف سے بات ہے وہ فرض جس نے مخلوق کا کوئی حق متاثر نہیں کیا۔

اب اس سے آگے جو فرائض ہونگے ان میں کسی میں والدین کے حقوق ہوں گے کسی میں اولاد کے حقوق ہیں کسی میں ازواج کے حقوق ہیں۔ کسی میں اساتذہ کے حقوق ہیں کسی میں ملک اور قوم کے حقوق ہیں کسی میں کاروباری معاملات میں لوگوں کے حقوق ہیں جن کے ساتھ ہم کاروبار کرتے ہیں جب ان سب فرائض کو ہم پامال کر کے گزرتے ہیں تو ہم پہ کیا فتویٰ لاگو ہوتا ہے اور اس دیدہ دلیری سے عمر عزیز کو ضائع کرنا اور پھر کہنا اللہ رحیم ہے اللہ کے رحیم ہونے میں کوئی شبہ نہیں لیکن ہم محل رحمت نہیں تو۔

اور بڑی عجیب بات یہ ہے کہ ہم جو اسلام قبول کرتے ہیں اکثر لوگ ایسے ہیں جن کو قبولیت کی شرط ہی پتہ نہیں۔ آپ تھوڑے سے باہر نکل جائیں میں اگلے دن ایک کیسٹ سن رہا تھا اس میں جو شخص وعظ کر رہا تھا اور دوسروں کو فضائل سنا رہا تھا نبی کریم ﷺ کے وہ آپ کا ایک معجزہ بیان کر رہا تھا اور فرما رہا تھا کس طرح سے متاثر ہوا آدمی اور اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا اور پھر کلمہ پڑھ کر سنا رہا تھا۔ کتنی عجیب بات ہے یعنی خود جو شخص دوسروں کو سکھانا چاہتا ہے کلمہ تک کی اصلاح نہیں لی اسے پتہ نہیں کہ کیا ہے اس میں زیر کہاں ہے زبر کہاں ہے تو جب ساری زندگی اس کا تلفظ اس کا ترجمہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تو ہم اسلام کو کیا سمجھیں گے۔

دیکھیں اسلام قبول کرنے کا معنی تو یہ ہے کہ اللہ نے جو شعور دیا اسے کام میں لائیں۔ ہندو بت کی پوجا کرتے ہیں وہ مخلوق ہے آتش پرست آگ کی پوجا کرتا ہے وہ مخلوق ہے کوئی سورج کی پوجا کرتا ہے سورج خود مخلوق ہے دوسرا کسی انسان کی پوجا کرتا ہے انسان خود مخلوق ہے ان سب کا جب موازنہ کیا جائے تو ان مظاہر کی عبادت صرف ایک راستے کے اوپر کی جاتی ہے۔ اس کی عبادت کیسے پتہ چلے وہ ذات کیسی ہے اس کی صفات کیسی ہیں وہ کن باتوں پہ راضی ہے کن باتوں پہ خفا ہے تو اس کا ذریعہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہماری فقہ موجود ہے کہ جب اقرار کرنا پڑے گا کہ میں

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت عبداللہ کے بیٹے جو مکہ میں پیدا ہوئے جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے اور مدینہ منورہ میں جو واصل باللہ ہوئے جن کا روضہ اطہر وہاں موجود ہے جو عربی تھے میں ان کو اللہ کا رسول مانتا ہوں۔ یعنی جب آپ بچے کو ایمان سکھاتے ہیں تو یہ تعلیم ضروری ہے ورنہ محمد نام کے کتنے اشخاص ہیں۔

تو جب کلمے میں اس قدر تحقیق اور تعین ضروری ہے تو اسلام کے قبول کرنے کا انداز صحیح صرف قبول کرنا نہیں ہے کفر کے رد کا بھی ہے کہ اسلام کے علاوہ جو مذاہب ہیں میں ان کو رد کرتا ہوں وہ صحیح نہیں ہیں تو یہ رد تب ہی ہو سکے گا جب اس کا مقابل یا متبادل اندازہ یا جائزہ اپنی حیثیت کے مطابق لے۔

اگر اس بات کو پرکھا جائے تو آپ کو بہت کم لوگ ملیں گے جنہوں نے ساری زندگی یہ تکلف کیا ہو کہ میں مسلمان کیوں ہوں اور ہندو کیوں نہیں ہوں یا مسلمان کیوں ہوں اور عیسائی کیوں نہیں ہوں یا میں مسلمان کیوں ہوں اور یہودی کیوں نہیں ہوں اور بھی تو مذاہب ہیں یہی وجہ ہے کہ بیشتر حضرات مسلمان ہوتے کے باوجود اسلام پر عمل کرنا نہ صرف پسند نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں اس پر عمل ممکن ہی نہیں ہے اس پر عمل ہو ہی نہیں سکتا جب ایک چیز ہے ہی ناقابل عمل تو لے آپ بحیثیت مذہب قبول کیوں کرتے ہیں۔ کہ ایک چیز کو آپ قابل عمل سمجھتے ہی نہیں تو اسے بحیثیت مذہب قبول کرنے میں کیا فائدہ، ایسا کام جو عملاً ممکن ہی نہ ہو اسے اپنی نجات کا سبب بنا لینا یہ ایک عجیب سی بات ہے حادثاتی طور پر ہم مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہو گئے ہم نے مسلمانوں جیسا نام پایا یا والدین کو اسلام پر عمل کرتے یا قبول کرتے پایا معاشرے میں پلے بڑھے۔ ہم نے کہا مسلمان ہیں اس سے زیادہ نہ ہم نے اسلام کو پرکھا، نہ اسلام کے خلاف کسی طرز حیات کو پرکھا جس سے اسلام کو ترجیح دیتے اور اسے بہتر سمجھتے۔ اگر ہم اسے ترجیح دیتے، بہتر سمجھتے تو ہم اسے عملی زندگی میں اختیار کرتے اگر ہم اس کو بہتر راستہ سمجھتے تو پھر اسے ہم اپناتے بھی۔ جب ہمیں اس سے کوئی غرض ہی نہ رہی جب ہم نے اسے پرکھا بھی نہیں تو پیچھے صرف ایک ہی راستہ ہے کہ جو چیز ہمارے نفس کو بھائی۔ جس چیز کی لذت ہمیں پسند آئی۔ جس کی رنگت ہمیں پسند آئی۔ جو انداز ہمیں پسند آیا زندگی بھر ہم ان چیزوں کی جستجو میں اور ان کے حصول میں سرگرداں رہے تو اس طرح کے ہم مسلمان ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان ہونے کے باوجود ہمیں آخرت کا یقین نصیب نہ ہوا گمان کے درجہ میں رہا کہ بڑے بوڑھے کہتے ہیں کہ بھئی ہو گی کوئی قیامت۔ حساب کتاب ہو گا یہ ہو گا یا نہ ہو گا۔ کیسے ہو گا۔ وہ واقف نہیں ہیں اس میں عمر بسر ہو گئی اور ہمارا جو یہ انداز ہے اس نے ہمیں عملی زندگی میں بہت پیچھے کر دیا۔

رب جلیل ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یہ کہہ دینا کہ میں مسلمان ہوں یہ کافی ہے اور انہیں پرکھا نہیں جائے گا حالانکہ انسان کی تاریخ انسان کے سامنے ہے۔ جو بھی ان سے پہلے بحیثیت قوم، بحیثیت امت، بحیثیت فرد، جو بھی دنیا سے گزرا ہے کیا اسے پرکھا نہیں گیا اور پھر اس کی دنیوی زندگی میں اس کے اچھے اعمال کے اچھے نتائج اور برے اعمال کے برے نتائج۔ تم نے مشاہدہ نہیں کر لیا۔ جس راستے پر کوئی چلا ہے، جو اللہ کی راہ پر چلا ہے یا انبیاء کی راہ پہ چلا ہے یا دین پر جو چلا ہے تو اسے تو عزت و حرمت جو سکون جو اطمینان دنیا میں نصیب ہوا ہے۔ جس نے اسلام کی مخالفت کی ہے نافرمانی کو اپنایا اس کی ذلت یا تباہی جو دنیا میں ہوئی ہے کیا تاریخ عالم میں آپ لوگوں کے سامنے نہیں ہے۔

اور یہی آزمائش ہے جو اس بات کو ظاہر کر دے گی کہ کس دل میں کیا تھا کہ جب اس نے کہا کہ اے اللہ میں آپ کی عظمت پر ایمان لاتا ہوں تو کیا اس نے سچ کہا اور یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ کون اللہ کی بارگاہ میں جھوٹ بول گیا۔ جھوٹ بولنے والوں کا بھی پتہ چل جائے گا اس لیے کہ ہر کافر بھی اپنے طور پر یہی کہتا ہے کہ میں اللہ کو راضی کر رہا ہوں بڑی عجیب بات ہے یعنی اللہ کی توحید ہر مشرکانہ مذہب میں بھی موجود ہے وہ ہے ہی اتنا پاک، اتنا بلند، اتنا عالی کہ اس کی توحید کے بغیر مشرکوں کا بھی چارہ نہیں۔ لاکھوں بتوں کی پوجا کرنے کے بعد ایک عظیم طاقت، ایک مہادیوتا، بہت بڑا دیوتا، ایک آخری دیوتا۔ کروڑوں چھوٹے چھوٹے بت ماننے کے بعد ایک بڑا دیوتا۔ اسی طرح آپ کسی مذہب کا بھی مطالعہ کریں تو بے شمار رسومات خرافات ایجاد کرنے کے بعد بالآخر انہیں ایک ایسی طاقت ماننا پڑتی ہے جو سب کا مالک ہے ورنہ تو تسلسل لازم آتا ہے۔ کائنات میں آپ دیکھیں یہ دیوی یا دیوتا مجھے دیتا

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

ہے اسے کون دیتا ہے اس سے بڑا اسے کون دیتا ہے اس سے بڑا اس سے کون دیتا ہے اس سے بڑا۔ آپ کہتے رہیں ایک تسلسل چلتا رہے گا بالآخر ایک ایسا بڑا ماننا پڑتا ہے جو خود کسی کا محتاج نہیں جو سب کچھ اپنے پاس سے دیتا ہے اور یہی اس کی مثال ہے تو جب ہر مذہب میں ماننا ہی پڑتا ہے تو پھر اللہ فرماتا ہے کافر جھوٹ بولتے ہیں۔

ایک تو مانتے غلط ہیں پھر وہ جان ہی نہیں سکتے جب وہ جانتے نہیں تو مانیں گے کیا جاننے کے لیے تو نبی کی آنکھ چاہیئے نبی کی زبان نبی کا دل چاہیئے نبی کی آنکھ سے دیکھیں گے نبی کے کان سے سنیں گے نبی کے دل سے پہنچائیں گے تب تو وہ پہچان سکیں گے اس کے علاوہ تو وہ مجھے دیکھ ہی نہیں سکتے جان ہی نہیں سکتے لہٰذا جو تخیل بھی بنائیں گے جو جھوٹ ہو گا وہ میری ذات میں ہو گا جو بھی میرے ساتھ منسوب کریں گے وہ بھی جھوٹ ہو گا اور مسلمان کلمے کا اقرار کرنے کے بعد جب اس پر عمل نہیں کرتا تو یہ بھی جھوٹ ہی بولتا ہے اقرار تو کیا کہ ویسا ہی مانتا ہوں جیسا تو ہے جیسا تیرے حبیب نے فرمایا ہے جب اقرار کرنے کے بعد عمل کی طرف پلٹا۔ تو نہ کیا۔ اللہ فرماتا ہے یہ سب جھوٹ بولتا ہے فرمایا میں تو جانتا ہوں کون کھرا بندہ ہے اور کون کھوٹا ہے لیکن خود مخلوق کو بھی پتہ چل جائے کہ وہ کیا ہے۔

اگر وہ چاہتا تو دنیا میں بھیجنے کے بغیر جنتیوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ میں بھیج دیتا کوئی غلطی نہ ہوتی وہی دوزخ میں جاتے جنہوں نے دنیا میں دوزخ کے عمل کر کے دوزخ میں جانا ہوتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ ایسا کریم ہے خود جانتا ہے لیکن اپنے علم کو اس پر دلیل نہیں بناتا۔ فرشتہ کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ جو کام یہ کرے۔ جو بات اس کے منہ سے نکلے لکھ لے فردا قیامت وہ اعمال نامہ اس کے سامنے پڑھا جائے گا

ایسے لوگ بھی عجیب انکار کر دیں گے کھلا انکار کر دینگے وہ کہیں گے یا اللہ اس فرشتے کو نہ ہم نے دیکھا نہ قلم دوات ہم نے دیکھی یہ کہاں لکھتا رہا کیا لکھتا رہا۔

اللہ فرمائیں گے زبان کو خاموش رہو۔ ہاتھ کو پاؤں کو اعضاء کو حکم دیں گے کہ تم بات کرو کہ اس آدمی نے تمہیں کن کن کاموں میں کس کس مصرف میں۔ پاؤں کو چلایا کس کس کام میں ہاتھوں کو لگایا۔ تو وہ سیدھی بات بتا دیں گے جو کچھ فرشتے نے لکھا ہے اس کی تعریف کر دیں گے جب اس کی زبان کھلے گی تو وہ اپنے اعضاء سے بگڑے گا کہ بدبخت تجھے دوزخ سے بچانے کے لیے میں جھوٹ بول رہا تھا تم کہاں سے اتنے سچے پیدا ہو گئے ہو وہ کہیں گے ہم تو بولنے والے ہی نہ تھے ہمیں تو رب العلمین نے بلایا ہمیں قوت دی کہ ہم سچ کہیں۔ ہم کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں پھر بولنا ہمارا مقصد تو نہیں تھا تخلیقی طور پر کہ چاہے سچ بولیں چاہے جھوٹ بولیں ہمیں تو گویائی دی۔ اَنْطَقَنَا اللّٰہُ الَّذِیْ اَنْطَقَ کُلَّ شَیْءٍ جس نے ہر چیز کو قوت گویائی دی تھی اس نے ہمیں بلایا اس لیے کہ سچ بولو پھر ہمیں بولنا تو سچ ہی ہے۔

گناہ کا فلسفہ یہ ہے کہ ظلم کرنے والا، گناہ کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اسے اللہ کی پکڑ نہیں آئے گی اللہ کے قابو میں نہیں آئے گا۔ یعنی کوئی نہ کوئی فرار کا راستہ اس کے ذہن میں ہوتا ہے اگر ذہن میں فرار کا راستہ نہ ہو اور یقین ہو کہ مجھے اللہ کے روبرو پیش ہونا ہے تو گناہ کی جرأت نہیں ہوتی یہ فلسفہ نافرمانی کا رب جلیل نے خود ارشاد فرمایا کہ گناہ کے پیچھے ایک جذبہ ہوتا ہے کسی نہ کسی طرح سے بات ہوتی ہے ذہن میں کہ میں پکڑا نہیں جاؤنگا

آپ دنیا میں دیکھ لیں کہ جن ممالک میں یہ ہے کہ یہاں رشوت سفارش کچھ نہیں چلے گا وہاں جرائم کم ہو جاتے ہیں اور جہاں یہ اعتماد ہو کہ میری طرف سے سفارش چل جائے گی خواہ سزا بھی ملتی رہے جرائم کم نہیں ہوتے وہ اس امید پہ کرتے چلے جاتے ہیں تو یہی فلسفہ دینی اور عملی زندگی کے گناہ میں ہے اللہ کریم فرماتے ہیں اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ جو لوگ گناہ اور برائی کرتے ہیں انہوں نے یہ سوچ رکھا ہے کہ وہ ہمارے قابو نہیں چڑھیں گے۔ کسی نہ کسی طرح بچ نکلیں گے فرمایا سَاءَ مَا یَحْکُمُوْنَ۔ بہت برا فیصلہ کیا ہے بہت غلط سوچا ہے کبھی نہیں بچ سکتے کوئی دھاندلی نہیں ہو گی کوئی ناانصافی نہیں ہو گی کوئی زیادتی نہیں ہو گی اس لیے کہ مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰہِ جنہیں اللہ کے حضور پیش ہونے کا اعتبار ہے انہیں یقین رکھنا چاہیئے فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ ط اس بارگاہ میں پیشگی ضرور ہو گی اس پر بھی بدظن نہ ہو کہ یہ سارے لوگ تو عیش کرتے ہیں ہم فردہ قیامت کو دیکھ کر بے شمار چیزوں سے رکے ہوئے ہیں تمہارا یہ رکنا ضائع نہیں جائے

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

گا اور جو پرواہ نہیں کرتے وہ اس دن سے بچ نہیں پائیں گے اس کی پیشی ضرور ہوگی ملاقات بھی ہوگی لِقَاءَ اللّٰہ یعنی ہر فرد کو ذاتی طور پر اللہ کے سامنے جواب دینا ہوگا۔

لقاء سے مراد ہوتی ہے روبرو یا جسے آپ انگریزی میں FACE TO FACE کہتے ہیں ایک ہوتا ہے پیشی بھگتنے چلے گئے ایک ہوتا ہے جس کی عدالت ہے اس کے ساتھ خود بات کرنا پڑے اسے کہتے ہیں لقاء جسے آپ ملاقات کہتے ہیں جو بالمشافہ بات ہو فرمایا جنہیں یہ اعتبار ہے کہ مجھے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے ان کو بھی اطمینان رکھنا چاہیئے کہ یہ ضرور ہوگا اور جو بھاگ رہے ہیں جنہیں گمان ہے غلط۔ انہیں بھی یقین ہو جائے گا فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ ط ۔ یہ وقت آئے گا۔

وَھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ وہ سن بھی رہا ہے ہر بات کو وہ جانتا بھی ہے ہر بات کو۔ کوئی چیز وہاں پوشیدہ نہیں ہوتی یہ تو ایک پہلو زندگی کا ہے پھر ارشاد فرمایا گیا جو منفی پہلو تھا انکار کر دینے کا۔ گناہ کا پہلو۔

ایک دوسرا پہلو ہے گمراہی کا اور وہ اطاعت میں ہے یعنی آدمی تبلیغ کرتا ہے، آدمی نماز پڑھتا ہے، نوافل پڑھتا ہے روزے رکھتا ہے، آدمی تلاوت کرتا ہے اور پھر یہ سمجھتا ہے کہ میں نے اللہ کا بڑا کام کیا اللہ پر بڑا احسان کیا اللہ کی میں نے اتنی عبادت کی کہ اللہ کے میں نے دفتر بھر دیے سجدے کر کر کے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں یہ درست نہیں ہے میرا کسی نے کچھ بھی نہیں کیا وَمَنۡ جَاھَدَ فَاِنَّمَا یُجَاھِدُ لِنَفۡسِہٖ ط اگر کسی نے مشقت اٹھائی، محنت اٹھائی سجدے کیے، تہجد پڑھے، ذکر اذکار کیے، صدقات دیے، جہاد کیے، زخم کھائے قربانیاں دیں شہید ہو گئے۔ اپنے لیے انعام پائے گا میرے لیے کچھ نہیں۔ میں اس کا محتاج نہیں ہوں کہ اگر وہ یہ نہ کرتا تو میری کبریائی یا عظمت کم ہو جاتی۔ وَمَنۡ جَاھَدَ فَاِنَّمَا یُجَاھِدُ لِنَفۡسِہٖ ط کوئی مجاہدہ کرتا ہے محنت کرتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے کر رہا ہے مجھ پر احسان کر کے نہیں کر رہا۔ اور یہ جو ہے فتنہ۔ یہ پہلے فتنے سے کبیر ہوتا ہے گناہ میں اور بے عملی میں ایک بات رہتی ہے کہ آدمی کے دل میں کسی حد تک یہ عجز رہتا ہے کہ یار میں کام نہیں کر رہا میں غلط کر رہا ہوں۔ اگر ایمان ہی چلا جائے یہ تو الگ بات ہے کچھ رمق ایمان کی ہو تو احساس رہتا ہے کہ میں اگر نماز نہیں پڑھتا تو میں اچھا نہیں کرتا میں نے کسی کا اگر مال لے لیا تو میں نے اچھا نہیں کیا تھا مجھے نہیں کرنا چاہیئے وہ کم از کم اپنے آپ کو گنہگار خطاکار اور کمزور سمجھتا رہتا ہے بعض اوقات اس کا یہ احساس ہی بطور توبہ قبول کر لیا جاتا ہے اور اسے نیکی کی توفیق عطا کر دی جاتی ہے لیکن یہ جو عبادت پہ گھمنڈ آ جاتا ہے یہ آدمی توبہ ہی نہیں کرتا اس پہ مر جاتا ہے یہ ایسا فتور ہے کہ اگر آدمی کو عبادت کرنے کے بعد اپنی عبادت پہ غرور آ جائے کہ میں نے بڑا تیر مارا میں بڑا پارسا ہوں میں بڑا نیک ہوں میں بڑا قابل ہوں مجھ جیسا جہاں میں کوئی نہیں تو اسی تکبر میں مارا جاتا ہے پھر اسے واپسی کا راستہ ہی نہیں ملتا اور حدیث قدسی میں ہے

اَلۡکِبۡرُ رِدَائِیۡ۔ کبریائی تو اللہ فرماتا ہے میرا اوڑھنا ہے جس کسی نے بڑائی کا اظہار کیا اسی نے تو میری چادر میں ہاتھ ڈالا مجھ سے میرا اوڑھنا چھیننا چاہتا ہے اَلۡکِبۡرُ رِدَائِیۡ ۔ بڑائی تو میری اوپر لینے والی چادر ہے۔ بڑائی تو سزاوار ہی مجھے ہے دوسرا کوئی بڑا بننا چاہتا ہے اگر کسی بات پہ تکبر ہے اسے یہ زیادتی کر رہا ہے تو فرمایا

وَمَنۡ جَاھَدَ فَاِنَّمَا یُجَاھِدُ لِنَفۡسِہٖ ط جو محنت کرتا ہے مشقت کرتا ہے وہ اپنے لیے اپنے نفس کے لیے اپنی ذات کے لیے کرتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ ہ اللہ کائنات سے مستغنی ہے اسے نہ تو کوئی نقصان ہے نہ کسی کے سجدے نفع پہنچاتے ہیں انکار کرنے والے کا نقصان انکار کرنے والے پہ پلٹتا ہے اور سجدے کرنے والے کا ثواب سجدہ کرنے والے کو پلٹتا ہے۔ جو بھی عبادت کرتا ہے مجاہدہ کرتا ہے نیکی کرتا ہے تو اللہ پر احسان نہیں کرتا۔

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ جن لوگوں نے اقرار کیا وعدہ کیا اور پھر کوشش کی کہ اس وعدہ کو نبھائیں۔ عمل صالح کرتے رہے۔ اتباع سنت کو اختیار کیا، نیکی کو اختیار کیا اور پھر بحیثیت بتقضائے بشریت ان سے غلطیاں بھی ہوتی رہیں یعنی آدمی فرشتہ تو نہیں بن جاتا جو نیک ہوتا ہے وہ بھی ہوتا تو آدمی ہی ہے تو اس سے بھی غلطی ہو سکتی ہے اس سے بھی گناہ ہو سکتا ہے فرمایا آدمی کے ذمے یہ ہے کہ اپنا عقیدہ کھرا کرے اس کے ذمے یہ ہے کہ خلوص

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

ے نیکی کی کوشش کرے تو پھر اگر اس سے گناہ ہو گیا۔ لَنُکَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ ۔ ایسے گناہ کی ہم پرواہ نہیں کرتے۔ بھئی ایسے گناہوں کی کوئی بات نہیں۔ ایسے لوگوں کے گناہ تو میں اڑا دونگا وہ تو میں معاف کردونگا یہ کمزور تھا اس سے ہو گیا۔ چاہتا تو تھا کہ نیکی کرے اس نے کوشش تو کی نیکی کے لیے وقتی طور پہ جذبات سے مغلوب ہو کر یا غصے میں آکر یا کسی لالچ میں آکر کسی طرح اس کا پاؤں پھسلا۔ بے چارہ انسان تھا، کمزور تھا، مجبور تھا کر بیٹھا میں ایسے گناہوں کی پرواہ نہیں کرتا۔

اس کے گناہ معاف کر دیں گے لیکن شرط یہ ہے کہ آدمی کا عقیدہ درست ہو اور ارادہ بھی درست ہو اطاعت کرنا چاہے گناہ کو پیشہ نہ بنا لے ہمیشہ نیکی کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہو اطاعت کی طرف بڑھ رہا ہو اور بتقاضائے بشریت خطا ہو جائے تو فرمایا اس کے لیے میری رحمت بہت ہے اور فرمایا مزا تو تب آئے گا جب میں اجر دوں گا جب لوگوں کے سامنے بات آئے گی جب ان کے سامنے بخشش کے انبار لگیں گے تو پھر انہیں پتہ لگے گا کہ انہوں نے جو بہت تھوڑا عمل کیا تھا اور میری عطائیں کس قدر عظیم ہیں۔

وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَحۡسَنَ الَّذِىۡ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۔ جو کچھ وہ کرتے رہے اس سے کروڑوں گنا بڑھا کر میں انعامات دوں گا یعنی دنیا میں آدمی سجدے کرتا ہے یا ذکر اذکار کرتا ہے یا تلاوت کرتا ہے وہ سمجھتا ہے میں نے بہت کیا۔ فرمایا جب میں انعامات دونگا تو پتہ چلے گا کس نے بہت دیا۔ ہر کرنے والے کو، اس کے عمل کو، بہت ہی بڑھا کر، اپنی ذات کے لائق عطا کرنا ہوگا تو ان دو تین آیات مبارکہ میں اسلام اور کفر، نیکی اور گناہ ان کا فلسفہ اور انجام بہت خوبصورت طریقے سے سمو دیا ہے رب جلیل

داخلہ

صقارہ اکادمی دارالعرفان منارہ

اللہ کے فضل و کرم سے ہم نے ترقی کا سفر جاری رکھا ہے ۱۹۸۸ء میں آرٹس گروپ میٹرک میں اول و دوم پوزیشن حاصل کرنیکے بعد ۱۹۸۹ء میں ہمارے طلباء نے پہلی تینوں پوزیشنیں حاصل کی ہیں اور آٹھویں۔۱۰۰ فیصد طلباء نے فرسٹ ڈویژن حاصل کی۔

آٹھویں میں داخلہ کے لیے درخواستیں درکار ہیں۔ پروگرام درج ذیل ہے۔

درخواستیں پہنچنے کی آخری تاریخ	۵ر جنوری ۱۹۹۰ء
انٹرویو ر ٹسٹ (اسلامیات، اردو، حساب، انگریزی)	۱۰ جنوری ۱۹۹۰ء
نتیجہ برائے داخلہ	۱۲ر جنوری ۱۹۹۰ء
داخلہ	۱۵ر تا ۲۰ر جنوری ۱۹۹۰ء

امیدواروں کا ۱۱ بجے ۱۰ر جنوری تک پہنچنا ضروری ہے۔ ٹسٹ اسی روز اڑھائی بجے شروع ہو جائے گا۔ پراسپکٹس حاصل کرنے کے لیے ۳۰ روپے پوسٹل آرڈر ر ڈرافٹ بنام صقارہ اکیڈمی مسلم کمرشل بنک منارہ روانہ فرمائیں۔

صقارہ اکادمی دارالعرفان منارہ　ضلع چکوال

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

سنے قرآن کا اعجاز ہی یہ ہے قرآن کا ایک معجزہ یہ بھی ہے اسے جہاں سے پڑھنا شروع کر دو کوئی ایک آیت پڑھ لو پوری زندگی کی رہنمائی کے لیے کافی ہے۔ یہ قرآن کے معجزات میں سے ہے مجھ پر ہمیشہ اللہ کا احسان ہے میں تقریر کے لیے موضوع تلاش نہیں کرتا چونکہ اس میں موضوع کی تلاش کی ضرورت نہیں ہے یہ سارا ہی ہدایت ہے۔ یہ جو اتنا زیادہ جو تیس پارے اس نے عطا فرمائے یہ تو محض اس کا کرم ہے اس کے ذاتی کلام کا ایک لفظ اگر اس کی معنوی حیثیت ہم پر آشکارا ہو جائے تو اس میں اتنی روشنی ہے کہ اس کے سامنے مادی روشنیاں سورج اور چاند کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جنت کی حور اگر آسمان سے ہتھیلی ظاہر کرے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے اتنی روشنی اس کی ہتھیلی میں ہے اور وہ ایک ادنیٰ مخلوق ہے اللہ کی۔ اور اللہ کے بندوں کی خدمت کے لیے ہے۔ یہ جو الٓمّٓ ہے یہ اس کا ذاتی کلام ہے ایک ایک لفظ اس کا ذاتی کلام ہے مخلوق اور اس کی صفات میں کتنا فاصلہ ہے اور جو نور اس میں ہے ایک لفظ کا معنوی نور اگر وہ ظاہر ہو تو دنیا اور آخرت کی ساری روشنیاں ماند ہو جائیں سوائے تجلیات باری کے کوئی بھی اس کے مقابل نہیں ٹھہر سکتا یہ سارے اعجاز ہیں قرآن حکیم کے۔

تو پھر یہ اتنا قیمتی اور اتنا زیادہ کیوں دے دیا یہ بھی تو اس کا کرم ہے۔ کہتا ہے کہ جب میں دیتا ہوں پھر میں دیتا ہوں اس کا ایک لفظ ساری کائنات کو منور کرنے کے لیے کافی ہے دیکھو جب میں عطا کرنے لگا ہوں تیس پارے عطا کر دیے یہی تو اس کی عطا ہے جب وہ دیتا ہے تو کس قدر دیتا چلا جاتا ہے۔

اس طرح کیفیات جو ایمان اور اعمال کے بدلے قلوب پر مرتب ہوتی ہیں کہ ایک تسبیح قبول ہو جائے اور اس کا نور دل میں پیدا ہو جائے نجات کے لیے کافی ہے لیکن کتنی زندگی اس میں، کتنے فرائض، کتنے واجبات، کتنے نوافل، کتنے سجدے، کتنی تسبیحات کتنے اذکار، ہر ذکر پر ایک نئی تجلی، ہر لمحے ایک نئی روشنی ہر لمحے ایک نیا نور، تو ایک دل کو کیا کیا دیتا چلا جاتا ہے وہ کیا کیا کما لیتا ہے یہ زمینیں، یہ آسمان یہ عرشوں کی وسعتیں سمٹ جاتی ہیں اور مومن کا قلب پھیلتا ہے۔ اتنا پھیلتا ہے کہ کم از کم درجے کا مسلمان جو ہے سب سے کم درجے کا ہوگا۔ صرف نجات پا کر جنت میں پہنچ جائے گا اہل جنت میں بھی سب سے کم درجے کا ہوگا اسے بھی آپ جنت میں دیکھیں گے تو اس کے پاس جتنی جگہ رہنے کے لیے ہوگی وہ ملک کبیر ہوگا۔

اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْکًا کَبِیْرًا۔ دنیا و مافیہا کو اللہ نے قلیل فرمایا جو کچھ روئے زمین پر یا جتنی سلطنتیں ہیں ان سے وسیع تر علاقہ ادنیٰ جنتی کی رہائش گاہ ہوگا اس لیے کہ اس کے قرب کا اس کی روشنیوں کا اس کی نورانیت کا پھیلاؤ ہی اتنا ہوگا کہ جہاں وہ ختم ہوگا وہاں کوئی دوسرا رہ سکے گا جو کچھ اس نے کمایا جو کچھ اسے ملا اس کا جو دائرہ ہوگا جس طرح قمر کی روشنی کا دائرہ ہوتا ہے یا بعض اوقات سورج بادلوں میں آجاتے تو ایک دائرہ بنتا ہے اس طرح کا جو سرکل اس کی لائف کا ہوگا اس کے باہر دوسرا ہے گا تو پھر آپ ان کا اندازہ کر لیجئے تو حضورؐ فرماتے ہیں بعض جنتی ایسے ہوں گے جنہیں نیچے کے درجے کے جنتی دیکھ ہی نہ سکیں گے جیسے اس دنیا میں فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتے وہ گزریں گے تو کہیں گے یہ بے چارہ دیکھ نہیں سکا ورنہ مجھ سے ملتا اس قدر ان کے بدن منور اور لطیف ہو جائیں گے کہ اہل جنت بھی جو ادنیٰ درجے کے ہیں ان کے وجود کو دیکھ نہیں سکیں گے۔

اللہ کریم فرماتے ہیں یہ دنیا یہ کائنات یہ آسمانوں کی وسعتیں یہ سورج یہ چاند ستارے یہ آخرت کے مقابلے میں بہت معمولی حیثیت رکھتے ہیں بہت ہی معمولی فرمایا وہاں جب میں عطا کروں گا جب میں انعامات دوں گا تو پھر پتہ چلے گا کہ تم نے محنت زیادہ کی یا میں نے انعام زیادہ دیا۔ تو یہ ایک مکمل تصویر رب جلیل نے ہمارے سامنے بنا دی۔ بات اصل یہ ہے کہ اللہ کریم ہمارے قلوب میں وہ روشنی وہ بصیرت پیدا کر دے جو ہمیں اسلام کی افادیت کا قائل کر دے اور وہ نور وہ روشنی پیدا کر دے کہ اسلام کے علاوہ جو عمل ہے اس کے نقصان سے ہمیں متنبہ کر دے اور ہمارے باطن میں ایک تمنا پیدا کر دے کہ ہم گناہ سے بچ سکیں اور اطاعت کو اختیار کر سکیں اگر یہ تمنا لے کر بھی ہم دنیا سے اٹھ گئے تو ہم کامیاب ہو گئے اور اگر خدا نخواستہ یہ ختم ہو گیا بے فکر ہو گئے تو ہم نے زیادتی کی کیونکہ بے فکر ہونے سے فردِ قیامت ٹل نہیں جائے گا۔

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

صقارہ اکیڈمی کا یومِ والدین

تاج رحیم

۲۲ر اگست ۱۹۰۹ء کو دار العرفان، منارہ میں صقارہ اکیڈمی کا یوم والدین منایا گیا جس میں طلباء کے والدین، علاقے کے معززین، سلسلہ عالیہ کے اکابرین، اکیڈمی کے سٹاف اور طلباء نے شرکت کی جماعت نہم کے طالب علم حافظ محمد طارق نے قرآن پاک سے پروگرام کا آغاز کیا۔ جماعت دہم کے عامر فاروق نے نعتِ رسول مقبولؐ پیش کی۔ اس کے بعد طلباء کی تقاریر کا پروگرام شروع ہوا۔ جن میں دو تقاریر اُردو میں اور دو انگریزی میں تھیں اُردو میں جماعت نہم کے اشفاق احمد نے "علامہ اقبال کا نوجوانوں سے خطاب" اور احمد حسن نے "معلم متعلم اور والدین" کے عنوانات پر تقاریر کیں جو نہایت عمدہ تقاریر تھیں۔ اور حاضرین سے خوب داد حاصل کی۔ انگریزی میں جماعت دہم کے طلباء نے تقریریں کیں۔ Unity, Faith and Decipline, پر عبدالغفور نے اور What We owe to our parents پر شہزاد احمد نے تقریر کر کے داد حاصل کی۔

کرنل علی احمد صاحب نے سلسلہ عالیہ کا مختصر تعارف اور صقارہ اکیڈمی کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔

"امتِ مسلمہ ایک طویل اور انتہائی دردناک دورِ انحطاط سے گذر رہی ہے جس میں اس امت نے بہت کچھ کھویا۔ اپنے اسلاف کا سرمایہ گم کر دیا، روایات ختم ہو گئیں۔ اور جو باقی ہے۔ اُن کی اصل صورت مسخ ہو گئی۔ اللہ کا دین جو اس اُمت کی پہچان تھا۔ صرف مساجد تک محدود ہو کر رہ گیا۔ اور شریعت کو رسومات میں تبدیل کر دیا۔ تصوف جو کہ دین کا اہم ترین شعبہ ہے، اُسے مزاروں، خانقاہوں اور پیروں کی گدیوں کے حوالے کر دیا۔ مگر اللہ نے اپنے دین کی حفاظت کا ذمہ خود لے رکھا ہے۔ اور جب حالت یہاں تک پہنچتی ہے تو اللہ اپنے کسی خاص بندے کی ڈیوٹی لگا دیتا ہے کہ وہ اُس کی اصل صورت کو پھر سے دنیا کے سامنے اُجاگر کرے۔ اور دنیا کو اُس کی پہچان کرائی جائے۔"

"تجدید کا یہ کام اللہ نے ایک عظیم ہستی حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ ڈال دیا۔ اس اللہ کے مجاہد نے اس شدت و قوت سے اللہ کو پکارا کہ ہر اطرافِ عالم

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

سے اللہ ہو کی پکار سنائی دینے لگی۔ آپ نے تصوف کی تجدید فرمائی اور اس سلسلہ عالیہ کی بنیاد رکھی۔ تصوف کا یہ سلسلہ ایک تحریک ہے۔ قوت ہے اور انسانیت کے لئے نور ہدایت بھی ہے اور قیادت بھی ہے۔ مجدد ایک فرد ہونے کے باوجود اپنی ذات میں ایک جماعت ہوتا ہے۔ اور جو لوگ اُس کے گرد جمع ہوتے ہیں وہ اُس مشن کو لے کر آگے بڑھتے ہیں۔ دنیا کے سامنے تصوف کو اصل روپ میں پیش کرنے کا یہ مشن اس سلسلہ عالیہ کے سپرد ہے۔ حضرت جیؒ کا یہ اعلان کہ تصوف گوشہ نشینی کا نام نہیں، بے عملی کا نام نہیں، حقائق سے فرار کا نہیں۔ بلکہ بھرپور زندگی گذارنا، باعمل زندگی گذارنا اور حقائق کا مقابلہ کرنا ہی اصل تصوف ہے۔ اور اس اکیڈمی کے قیام کا مقصد بھی یہی ہے کہ اس حقیقت کو اجاگر کیا جائے۔ اللہ اس اکیڈمی اور ان بچوں کو اس مقصد میں کامیاب کرے۔"

والدین کے نمائندہ کرنل محمد عزیز صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ وہ اس اکیڈمی کے ابتدائی ورکنگ پیپر کی تیاری میں شامل تھے۔ اور آج اُس خواب کی تعبیر سامنے موجود ہے اور انشاء اللہ یہ اکیڈمی ایک دن عظیم یونیورسٹی بن کر رہے گی۔ یہاں کی تربیت اتنی اعلیٰ ہے کہ میں اپنے گھر میں اپنے ہی دو بچوں میں فرق محسوس کرتا ہوں۔ میرا ایک بیٹا اس اکیڈمی میں ہے اور دوسرا جونیئر کیڈٹ اکیڈمی میں۔ جب گھر آتے ہیں۔ تو صقارہ اکیڈمی والے بچے کے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے کھانے پینے بول چال سوچ اور فکر میں جو فرق ہے۔ وہ یہاں کی تربیت کی برتری کو واضح کرتا ہے وہ اس لئے کہ یہاں کی تربیت منفرد ہے کہ یہاں کیفیات کو قلوب میں انجیکٹ کیا جاتا ہے۔ طلباء پر جو محنت کی جاتی ہے اُس کی بنیادی حیثیت ہی انفرادی ہے۔ جس کیمیاگر کی صحبت کو ہم ترستے ہیں یہی نونہال ہر وقت اُن کی صحبت میں تربیت پاتے ہیں۔ یہ نونہال جو یہاں بیٹھے ہیں یہ اُن کروڑوں انسانوں کی نمائندگی کر رہے ہیں جن تک اُن کیفیات اور برکات کو ایک امین کی حیثیت سے پہنچانا ہے۔ اور جب یہ تیار ہو کر اس فیکٹری سے عملی دنیا میں نکلیں گے تو اس خلوص اور اعتماد کے ساتھ نکلیں گے کہ وہ اس دنیا کے ماحول کو بدل ڈالیں گے۔"

صقارہ اکیڈمی کے پرنسپل جناب کرنل تنویر الرحمٰن صاحب نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "صقارہ اکیڈمی کا مقصد ایسی پود تیار کرنا ہے جو عصری علوم کے ساتھ ساتھ اسلامی علوم۔ مزاج اور تربیت سے لیس ہو جس میں عملی قابلیت کے ساتھ ساتھ قیادت کی صلاحیت بھی ہو۔ مطالعہ اور کھیل کے میدان دونوں میں اعلیٰ استعداد کی حامل ہو۔ جس میں زندگی کی دشواریوں کو زورِ بازو سے حل کرنے کا عزم اور حوصلہ ہو۔ جو علوم دین و دنیاوی سے آراستہ ہونے کے علاوہ علوم باطنی سے بھی مزین ہو۔ یہ مقصد اتنا عظیم ہے کہ فیصلہ کرنے کے فوراً بعد اس پر عمل کر دیا گیا۔ اکیڈمی کی اپنی عمارت اگرچہ اب تک نامکمل ہے لیکن ۱۹۸۸ء سے تمام جماعتوں کی تعلیم کا باقاعدہ اہتمام اپنی ہی بلڈنگ میں کیا گیا ہے۔

ملٹری کالج جہلم اور دوسرے کیڈٹ کالجز کی طرز پر یہاں بھی داخلہ آٹھویں جماعت میں کیا جاتا ہے۔ فی الحال تین جماعتیں آٹھویں، نویں اور دسویں ہیں اور طلباء کی رہائش کا انتظام اکیڈمی کے کمپلیکس میں ہی ہے۔

ہمارے پہلے سیشن میں ۲۰ طلباء نے میٹرک کا امتحان دیا۔ اور ہمارے پہلے سال کے دو طلباء نے راولپنڈی بورڈ میں فرسٹ اور سیکنڈ پوزیشن حاصل کی۔ ۱۶ طلباء نے فرسٹ ڈویژن اور ۴ نے سیکنڈ ڈویژن اور نتیجہ سو فیصد رہا۔ دوسرے سال یعنی ۱۹۸۹ء میں ہمارے ۲۷ طلباء نے مڈل کا امتحان دیا۔ تمام طلباء فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوئے۔ اور یوں نتیجہ سو فیصد فرسٹ ڈویژن رہا اور ۱۴ طلباء کے نمبر ۶۰۰ سے اُوپر ہیں۔ اس سال ہمارے میٹرک کے طلباء نے پنڈی بورڈ میں فرسٹ، سیکنڈ اور تھرڈ تینوں پوزیشن حاصل کیں" ہم نے کیڈٹ کالج اور دوسرے مشہور تعلیمی اداروں کی طرح "کریم" کا انتخاب نہیں کیا۔ بلکہ درمیانہ درجے کے طلباء کو داخلہ دیا۔ اس کے باوجود اتنے اعلیٰ نتائج کی وجہ اللہ کا ذکر، اُس کی برکات حضرت جی مدظلہ کی خصوصی توجہ، اساتذہ کا خلوص اور طلباء کی محنت اور لگن،" پرنسپل صاحب نے اکیڈمی کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا: "روزانہ تصوف اور درسی نصاب کی تعلیم کے علاوہ صبح کے وقت تلاوت قرآن کریم، کے بعد ۲۵ منٹ کا پی ٹی کا پیریڈ ہوتا ہے۔ شام ۴۵ منٹ کھیلوں کا، نماز مغرب کے بعد روزانہ ذکر الٰہی ہوتا ہے۔ پریپ کے دو پیریڈ ہوتے

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

ہیں۔ ایک ہوم ورک کے لئے اور ایک اگلی تیاری کے لئے اظہار خیال اور تقریری ٹریننگ کے لئے روزانہ صبح اسمبلی میں ایک طالب علم اُردو یا انگریزی میں تقریر کرتا ہے۔ تقریروں میں اُردو اور انگریزی کا تناسب یوں ہے۔ آٹھویں جماعت۔ اُردو میں دو تقریریں اور انگریزی میں ایک۔ نویں جماعت۔ اُردو ایک، انگریزی ایک۔ دسویں جماعت :۔ ایک اُردو اور دو انگریزی۔

لیڈرشپ ٹریننگ کے لئے طلبار میں سے امیر مقرر کئے جاتے ہیں۔ پی ٹی کے سکواڈ طلبار خود کنٹرول کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اور ناٹیکنگ وغیرہ میں سکواڈ ان ہی کے زیر نگرانی ہوتے ہیں۔

طلبار کی دینی تربیت میں پانچ وقت نماز باجماعت، ذکر الٰہی اور باقاعدگی کے ساتھ تلاوت قرآن کریم شامل ہے۔ تیسواں پارہ تمام طلبار کو حفظ کرایا جاتا ہے۔ بنیادی فقہی مسائل مولانا مفتی کفایت اللہ مرحوم کی کتاب تعلیم الاسلام کے چاروں حصے نصاب میں شامل ہیں۔ ہمارے طلبار کو زندگی میں پیش آنے والے تمام مسائل کے لئے کسی عالم کے پاس جانا نہیں پڑے گا۔ طلبار کی اخلاقی اور روحانی تربیت میں جہاں مذکورہ چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں وہاں ہم نے ایک اور اہم قدم یہ لیا ہے کہ لوکل امتحانات میں کسی قسم کی نگرانی نہیں کی جاتی۔ بچے اپنے پرچے حل کرکے خود جمع کرواتے ہیں۔"

مستقبل کی پلاننگ کے بارے میں پرنسپل صاحب نے کہا، حضرت جی کا ارادہ ہے کہ اس اکیڈمی کو انٹرمیڈیٹ لیول تک بڑھایا جائے۔ موجودہ لیول میں مزید سہولتیں مہیا کی جارہی ہیں جس کے لئے ۲۵ لاکھ روپے تک کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ اور انشاء اللہ اس پر جلد کام شروع ہو جائے گا۔"

اس کے بعد شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ کو سٹیج پر آنے کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے اپنے خطاب میں فرمایا۔

"دو تھوڑے سے عرصے میں آپ کی اکیڈمی کے اس قدر خوبصورت نتائج اور ڈویژن بھر میں اس طرح سے پوزیشنیں حاصل کرنا یا اس طرح سے نمبر لینا یہ محض اللہ کریم کا احسان اور ایک بہت ہی خوشی کی بات ہے جس میں آپ کے اساتذہ کی محنت آپ کی اپنی ذاتی محنت، نور پور کے سٹاف کی محنت ہمارے اپنے ممبران سٹاف کی محنت اور توجہ، پرنسپل صاحب کی خصوصی توجہ اور بچوں کی اپنی ذاتی محنت و مشقت اور اس کے ساتھ والدین کا تعاون اُن کی شفقت اُن کی دعائیں اور یہ سب چیزیں مل کر ہم اس قابل ہو سکے کہ آج اللہ کریم کا شکر ادا کرنے کے لئے اُس کے گھر میں جمع ہوئے ہیں تو یہ جس راستے پر ہم نکلے ہیں ان نونہالوں کو لے کر الحمد للہ اس میں اُس نے ہمیں بہت بڑی کامیابیاں دی ہیں۔ کیونکہ ڈویژن میں بہت بھاری ٹیوشنوں والے بہت بڑے جدید بہت بڑی بڑی عمارتوں والے بہت نئے نئے طریقوں والے سکولز ڈویژن میں موجود ہیں اور اُن سب سے پوزیشن حاصل کرنا اُن سب کے مقابلے میں اس قدر نمبر لینا آسان کام نہیں ہے۔

لیکن میں یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ یہ ہماری منزل نہیں ہے نصابی تعلیم میں جو پوزیشنیں آپ نے لی ہیں وہ ہمارے لئے باعث فخر ہیں ہم اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں میں آپ سب کو مبارکباد دیتا ہوں اور اس پر خوشی محسوس کرتا ہوں لیکن میں یہ ضرور آپ سے عرض کروں کہ یہ ہماری منزل نہیں ہے اگرچہ راستہ ضرور ہے کیونکہ میری منزل یا اس اکیڈمی کی منزل یا جس خیال کے تحت یہ اکیڈمی قائم کی گئی وہ بہت بلند ہے۔

اُس میں ہم یہ چاہتے ہیں ہماری آرزو یہ ہے کہ قابل سپاہی دیانتدار بچے، بہترین شہری، مخلص مسلمان کھرے محب وطن اور نمونے کے کچھ لوگ ایسے تیار کر سکیں جو ہم قوم کو ملک کو مذہب کو اس لئے دے سکیں کہ اس مشکل وقت میں تنہائی کے اس عالم میں کش مکش کے اس دور میں جد و جہد کے اس طوفان میں اور کفر کی اُٹھتی ہوئی ان آندھیوں اور تاریکیوں میں ظلم و جور کے طوفانوں میں روزمرہ کے قتل و خون کی اس بڑھتی ہوئی تاریکی میں قوم کے سامنے دیوار بن کر کھڑے ہو سکیں بے سہاروں کا سہارا بن سکیں، کسی مظلوم کی آہ سننے کے قابل ہوں۔ کسی بے بس اور بے کس کی داد رسی کرنے کے قابل کچھ افراد ہم ایسے پیدا کر سکیں جنہیں دیکھ کر یہ کہا جا سکے کہ یہ مسلمان ہیں۔

کیونکہ ہم اپنا تشخص کھو چکے ہیں اور یہ کہنے میں مجھے کوئی باک نہیں ہے کہ جب ہم روئے زمین کی انسانی اقوام اور اور اقوام عالم کے سامنے اسلام کا فلسفہ حیات اسلامی کردار

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

اور یہ چیزیں اس لئے پیش کرتے ہیں کہ مکلف ہیں اُن تک اسلام کی دعوت پہنچانے کے لیکن اُن کا بڑا مختصر سا سوال ہوتا ہے وہ کہتے ہیں جو کچھ آپ کہتے ہیں اس پر عمل آپ کے ملک میں ہوتا ہے ؟ آپ کا ملک اسلامی ریاست ہے دنیا کی بہت بڑی اسلامی ریاست، تمام اسلامی ریاستوں سے بڑی اسلامی ریاست۔ اس کے قانون کی بنیاد، آپ کہتے ہیں، قرآن و حدیث پر ہے۔ آپ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔ کوئی قدم نہیں اٹھایا جائے گا۔ پھر کیا آپ کی حکومت آپ کے ملک کا، آپ کی قوم کا اس پر عمل ہے؟ اور اگر یہ اتنا بہترین ہے تو آپ خود اپنی زندگی میں اسے چھوڑ کر ہمیں بتلانے کیوں آتے ہیں ؟ میرے خیال میں ہمیں اس کا جواب کتابوں میں نہیں ملے گا۔ اس کا جواب قوم کے وہ افراد ہیں جو ایک مثبت تبدیلی قبول کر لیں۔

انسان کئی اغراض سے مختلف تبدیلیاں قبول کرتا ہے کبھی ہم دولت کمانے کے لئے ایک کام چھوڑ کر دوسرا اختیار کر لیتے ہیں کبھی ہم بیماری سے شفا پانے کے لئے مرغوب غذائیں چھوڑ دیتے ہیں اور تلخ اور ترش دوائیں کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ ہم بہت سی تبدیلیاں کرتے ہیں کبھی ہم کسی دشمن کو نیچا دکھانے کے لئے قتل و غارت گری پہ اُتر آتے ہیں کبھی ہم کسی کو لوٹنے کے لئے ڈاکہ ڈالتے ہیں بہت سی تبدیلیاں ہماری زندگی میں آتی ہیں پھر کبھی ہمیں آخرت کا خیال آجاتا ہے تو ہم آخرت کو پانے کے لئے توبہ کی طرف بھی آتے ہیں۔ کبھی عبادات کی طرف بھی آتے ہیں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر ہمیں آج دین کا خیال آجائے اور کبھی عظمت پیامبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا خیال آجائے تو ان سب باتوں کو چھوڑ کر اگر ہم اپنے آپ کو صرف اس لئے بدل سکیں کہ کافر انگشت نہ اٹھا سکے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر نجات دینا میرے رب کا کام ہے کیسے دے گا کسے نہیں دے گا۔ دنیا میں عزت و رسوائی اُس کے اپنے ہاتھ میں ہے حکومت و اقتدار اُس کے دست قدرت میں ہے۔ ہم نے بڑے صاحب مقتدر لوگوں کو آن واحد میں اقتدار چھوڑتے بھی دیکھا ہے اور راستہ چلتے ہوئے لوگوں کو اقتدار ملتے بھی دیکھا ہے اَب تو زمانہ اس تیزی سے چل رہا ہے کہ جو انقلاب صدیوں میں آتے تھے آج کل وہ مہینوں میں دنوں میں دیکھنے میں آ رہے ہیں اس طرح سے حالات بدلتے ہیں کہ یہاں دیہات سے سبزی بیچنے لوگ آتے ہیں چھوٹے چھوٹے چھابڑے اُن کے پاس ہوتے ہیں بیچتے رہتے ہیں بیچتے رہتے ہیں آخیر پر اُس کا وہ بھاؤ طے نہیں کرتے جلدی جلدی ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دنیا کے حالات بھی اس تیزی سے رونما ہو رہے ہیں جیسے یہ اپنے خاتمے کے قریب ہو اور اس کا مالک جو ہے وہ اس بساط کو لپیٹنا چاہ رہا ہو۔ یہ بالکل قیامت کے آثار ہیں کہ دنوں میں حکومتیں بدلتی ہیں دنوں میں اقتدار بدلتے ہیں دنوں میں چرواہے اور گڈریے حاکم بن جاتے ہیں حاکم پھانسی پر لٹک جاتے ہیں کوئی سمجھ نہیں آتی کہ جو انقلاب صدیوں میں آتے تھے وہ دنوں میں آ رہے ہیں۔

اس تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا میں اگر ہم اپنی پسند سے ایک تبدیلی قبول کر لیں تو ہم جتنے بھی اعمال کرتے ہیں میرے ذاتی خیال میں میرے اپنے عقیدے اور ایمان کے مطابق جو کچھ بھی ہم کرتے ہیں اُن سب میں قیمتی عمل یہ ہوگا۔ کہ ہم رسول اللہ صلی علیہ و آلہ وسلم کی تعلیمات کی آبرو رکھنے کے لئے خود کو تبدیل کر لیں اور میرے خیال میں یہ بہت بڑا اعزاز ہوگا۔

اگرچہ یہ تعلیمی نتائج بہت حوصلہ افزا ہیں لیکن ہم اپنی منزل کا کوئی حصہ اُس وقت پاسکیں گے جب وہ بچے جو یہاں سے تعلیم حاصل کر کے مختلف اداروں میں چلے گئے ہیں یا یہ بچے وہاں جائیں گے وہاں محنت کر کے وہاں سے چمک کر پالش ہو کر نکلیں گے کوئی ایسا جرنیل جسے عظمت دین باقی سب کاموں سے زیادہ عزیز ہو۔ ایسے مجسٹریٹ جو دین برحق کے خلاف فیصلہ نہ کریں اور صحیح اللہ کے لئے انصاف مہیا کر سکیں۔ ایسے پولیس آفیسر انصاف جن کی منزل ہو ایسے کسان دیانتداری جن کا شیوہ ہو۔ ایسے سیوت خلوص جن کا سرمایہ حیات ہو دین

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

کو ، والدین کو، قوم کو مذہب وملت کو، ملک کو اگر ہم ایسے چند افراد بھی دے سکیں تو ہم سمجھیں گے زندگی میں ہم نے کچھ کیا ہے اور کچھ کر گزریں گے۔

لیکن اگر محض دنیوی ترقی مقصد ہو تو آپ جانتے ہیں ہم نے اس میں وہ ساری چیزیں چھوڑ دی ہیں اگر دولت مقصود ہوتی تو یہ نتیجہ آپ راولپنڈی یا لاہور جیسے بڑے شہروں میں اکیڈمی بنا کر یہ رزلٹ دیں اور آپ ہزاروں روپے ماہوار فیس رکھیں تو بے شمار لوگ آپ کو دولت سے بھر دیں گے۔ لیکن میرا اپنا ذاتی تجزیہ یہ ہے کہ انگریز نے جاتے جاتے حکومت کے بیشتر ادارے انہی ہاتھوں میں سونپے جو شروع سے اُس کے وفادار چلے آرہے ہیں۔

ہمارے تعلیمی اداروں پہ آج تک انہی لوگوں کا تسلط ہے اور انہی کے بچے وہاں پڑھتے ہیں اور پھر آگے حکومت انہی کو منتقل ہوتی ہے یہ نصف صدی سے بطور وراثت کے چل رہی ہے جبکہ ان جنگلوں ان صحراؤں میں ایسے ذہین بچے پیدا ہوتے ہیں جو بہترین جرنیل بن سکتے ہیں بہترین گورنر بن سکتے ہیں، بہترین منسٹر ثابت ہو سکتے ہیں لیکن کب جب انہیں بھی کوئی پڑھنے کا موقع فراہم کرے جب ان کو بھی تربیت فراہم کی جائے ایسا بچہ جو آپ کے پورے ملک کو رن کر سکتا ہے پورے ملک کا گورنر بنایا جا سکتا ہے ایک اعلیٰ انتظامی صلاحیت رکھتا ہے آپ اسے بچپن سے چند بکریاں دے کر دھکے دے کر نکال دیتے ہیں اور ساری عمر اُس کی ریوڑ چرانے میں گذر جاتی ہے خداداد صلاحیتیں تباہ ہو جاتی ہیں۔

اور حیرت ہے وہ ادارے جہاں اُن لوگوں کے بچے پڑھتے ہیں اُن کی بہترین حالت ہے اور پچاس پچاس لاکھ گرانٹیں انہیں مہمانان خصوصی دے دیتے ہیں۔ جو سالانہ گرانٹس وہ لیتے ہیں اُن کے علاوہ ہے۔ اور انہی بچوں کو رعایت بھی ملتی ہے اگر سختی ہے اور داخلے پر سیٹیں نہیں ملتیں تاکہ کوئی Unwanted پرسن اُن میں نہ آجائے۔ ہم نے دولت کو منزل نہیں بنایا اقتدار ہماری منزل نہیں ہے ہمیں اُس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے شہروں کو چھوڑ کر دور دراز جہاں یہ شاہین بچے پیدا ہوتے ہیں عین فطرت کی گود میں جس میں کوئی آلائش نہیں ہوتی۔ نہ فضا آلودہ ہوتی ہے۔ نہ ماحول آلودہ ہوتا ہے۔ نہ کسی گذشتہ حکومت کی اُس میں خیرات شامل ہوتی ہے نہ ایڈ شامل ہوتی ہے۔ نہ کسی گذشتہ حکومت کی اس میں کوئی عطا ہے۔ نہ موجودہ حکمران سے کوئی توقع ہے صرف اللہ کے نام پر اور بغیر منافع کے کاروبار کے جس میں دنیوی منافع کی کوئی ضرورت نہیں ہے آپ خود سمجھتے ہیں کہ یہاں بچوں سے جو چارجز لئے جاتے ہیں اُن میں اکیڈمی میں ہر سال کچھ احباب جو ڈونیٹ کرتے ہیں۔ ڈونیشن سے ہر جلسے کا خرچ پورا ہوتا ہے ورنہ اگر لنگر کا اُن کا اپنا خرچ پورا ہو جائے تو سٹاف کی تنخواہ نہیں نکلتی سٹاف کی تنخواہ دے دو۔ تو اُن کا لنگر کا خرچ پورا نہیں پھر تو رہائش بجلی ہوا پانی یہ ساری چیزیں اُس سے الگ ہیں۔ اس لئے کہ ہم یہ اس لئے کرتے ہیں۔ کہ غریب معاشی طور پہ پیچھے رہ جانے والے لوگ جن کے ہاں مالی کمزوری ہے لیکن اللہ نے ٹیلنٹ دینے میں کوئی بخل نہیں کیا۔ خالق نے اُن کے ہاں ذہین بچے پیدا کرنے پر کوئی کنٹرول نہیں رکھا۔ اُن کے ہاں بھی اچھے صحت مند، اچھا ذہن رکھنے والے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ جو علم کی وجہ سے وسائل کی کمی کی وجہ سے تعلیم سے رہ جاتے ہیں اس سال میں نے گورننگ باڈی سے یہ فیصلہ لیا ہے کہ ہر جماعت میں بیس فیصد سیٹیں اس ایریا کے بچوں کے لئے مختص کر دی جائیں خصوصاً ان بچوں کو داخلہ دیا جائے۔

اور یہ بھی میں آپ سے عرض کرتا چلوں کہ ہم جو بچے داخل کرتے ہیں دوسرے کیڈٹ سکولوں کی طرح ہم یہ نہیں دیکھتے کہ بچہ پہلے سے لائق ہے یا ان کے نمبر پہلے سے زیادہ آتے ہیں۔ ہم یہ نہیں دیکھتے۔ لیکن ہم جو ان کا ٹیسٹ لیتے ہیں اُس میں صرف یہ دیکھتے ہیں کہ اس بچے میں اتنی ذہانت ہے کہ اس پر اتنی محنت کی جائے اور یہ اسے پک کرے اگر اُس میں وہ کامیاب ہو جائے تو نمبروں کی پرواہ نہیں کرتے ہم۔ ہم گذشتہ نتیجوں کو نہیں دیکھتے ہمارے پاس ٹیسٹ دیتا ہے اس میں کتنے بچے یہاں داخل ہوئے ہر مضمون میں اُن کا نمبر زیرو تھا تمام پرچوں میں وہ فیل تھے لیکن اس بنا پر داخل کر لئے گئے کہ ان کے ساتھ ہم

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

محنت کریں گے تو انشاء اللہ تیار ہو جائیں گے

بحمد اللہ پوری عزت پوری ذمہ داری اور پورے خلوص کے ساتھ ایک ایک بچے کے ساتھ اساتذہ کرام بھی پرنسپل صاحب بھی اور میں خود بھی یہ کوشش کرتا ہوں کہ بچوں کی ضروریات کی نگہداشت رکھوں اور یہ لوگ بھی اپنی پوری دیانت پوری محنت سے ۔ اور میں یہ بھی گذارش کروں گا ۔ کہ والدین حضرات کا بھی یہ فرض بنتا ہے ۔ کہ مہینے ڈیڑھ مہینے بعد ایک آدھ بار بچوں سے ضرور مل لیں اُن کا ماحول دیکھا کریں بچے کی تعلیمی قابلیت اساتذہ سے پوچھ لیا کریں اُس کی صحت کو اُس کے رویے کو والدین کے تعاون سے بہت زیادہ مل جایا کرے گی ۔

آپ کا ملک کے لئے قوم کے لئے اپنی مذہبی اور اسلامی حیثیت کے ساتھ ۔ اپنے والدین ۔ اپنے خاندان کے لئے اپنی اُسی حیثیت کے ساتھ کہ آپ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے سپاہی ہیں ۔ اُس کے ساتھ اپنی منزل پہ آپ کا پہنچنا ہماری منزل ہے ۔

" اللہ کریم آپ سب کو کامیاب کرے ہماری اِن آرزوؤں کو پورا کرے اور اس چمن کو پھلتے پھولتے دیکھنے کی فرصت نصیب کرے ۔"

آخر میں مہمان خصوصی جناب بریگیڈیئر ارشاد گل صاحب ڈائریکٹر جنرل این سی سی ، نے اپنے خطاب میں فرمایا ۔

کہ ایسی اکیڈمی کے ایسے خاص موقعہ پر اُن کے لئے مہمان خصوصی بننا بہت بڑا اعزاز ہے اور یہ تو حضرت جی کی شفقت ہے ورنہ میں تو ایک ادنیٰ سالک کی حیثیت سے اللہ اللہ کرنے آیا ہوں تاکہ اجتماع میں شامل ہو سکوں ۔"

انہوں نے اکیڈمی کے طلباء کے متعلق فرمایا ۔ کہ این سی سی کا ڈائریکٹر جنرل ہونے کی حیثیت سے پاکستان بھر کے کالجز میں طلباء کو دیکھنے اور ملنے کا اتفاق ہوا ۔ کیڈٹ کالجز اور دوسری اکیڈمیاں بھی دیکھیں ہیں ۔ لیکن صقارہ اکیڈمی کے طلباء میں جو بات ہے وہ بالکل ہی منفرد ہے ۔ صحت کے لحاظ سے یہ طلباء صحت مند اور سمارٹ ہیں ۔ اور جو خود اعتمادی ان طلباء میں نظر آتی ہے وہ ان کو تمام دوسرے تعلیمی اداروں کے طلباء پر فوقیت دیتی ہے ۔"

آرمی میں کمیشن کے انتخاب کے لئے تعلیم اور معلومات عامہ کے علاوہ نفسیاتی اور جسمانی حالت کا بہتر ہونا بھی ضروری ہے ۔ اور یہ تمام خوبیاں ان طلباء میں موجود نظر آتی ہیں ۔

مہمان خصوصی نے کہا :۔

یہ طلباء بہت خوش قسمت ہیں کہ اُن کو حضرت جی کی صحبت اور توجہ نصیب ہے ۔

جن کو اس عمر میں ایسا ماحول نصیب ہے جہاں دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کی زندگی کے لئے بھی تیاری کی سہولتیں موجود ہیں ۔ یہ پانچ وقت نمازِ باجماعت اور ذکر و اذکار کی محفلیں ۔ ورنہ بوڑھا ہو کر ہر کوئی کہتا ہے اب آخرت کی تیاری کروں ۔ آپ نے طلباء کی حوصلہ افزائی کی اور انعامات تقسیم کئے جن کی تفصیل یوں ہے ۔

گذشتہ سال میٹرک کے طلباء :۔

اول :۔ انصر اقبال ۔ دوم : حافظ محمد ادریس ۔ سوئم : امجد نذیر ۔

اس سال میٹرک کے طلباء :۔

اول : فہیم اسلم ۔ دوم : زاہد احمد عباسی ۔ سوم : شوکت حسین ۔

جماعت نہم :۔ اول :۔ حافظ احتشام الحق ۔ دوم حسن شبیر ، سوم عبدالغفور

جماعت ہشتم :۔ اول : آفتاب احمد ۔ دوم ۔ گلزار احمد ۔ سوم ۔ اشفاق احمد ۔

بہترین طالب علم :۔ حافظ احتشام ۔ بہترین کھلاڑی ، محمد آصف رضا ۔

دیانت دار :۔ اشفاق احمد ۔

انگلش تقاریر ۱۴ اگست ۔ اول انعام شہزاد احمد ۔ دوسرا انعام عبدالغفور

اُردو تقاریر ۱۴ اگست :۔ اول انعام احمد حسن ۔ دوسرا انعام اشفاق احمد ۔

اُردو مقرر :۔ حسن شبیر ۔ انگلش مقرر ۔ امجد عزیز ۔

آرٹس کلب ۔ حسن شبیر ۔ فٹ بال ٹرافی ۔ قاسم ہاؤس ۔

فٹ بال ٹیم :۔ قاسم ہاؤس ۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض ۔ جماعت دہم کے طالب علم امجد عزیز نے انجام دیئے ۔ اور حضرت شیخ المکرم کی دعا کے ساتھ صقارہ اکیڈمی کا یوم والدین ختم ہوا ۔

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

حضرت شیخ المکرم

چوتھی قسط

ابھرتے ڈوبتے سورج

۲۷ر مئی۔

ابھی تک کل کی تھکان باقی ہے اور اب زیادہ سفر کرنا مشکل ہوتا جارہا ہے شاید جسمانی ٹوٹ پھوٹ کچھ زیادہ ہی ہورہی ہے اس لئے کہ امراض نے بدن کو گھیر رکھا ہے۔ اور ڈاکٹروں کے مطابق تو مجھے بالکل اٹھنا نہیں چاہیئے یا اُٹھنے کی سکت نہیں ہونی چاہیئے تھی مگر یہ اللہ کریم کی ذات ہے جو کام کی ہمت اور توفیق عطا کرتی ہے اور جنون عشق کا کمال ہے جو لئے پھرتا ہے۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما !!
اے طبیبِ جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما
اے کہ افلاطون و جالینوس ما

اللہ کریم اس شعلۂ عشق کو سدا فروزاں رکھے جو غم مِن دل کو تو جلاتا ہے مگر راستہ بھی روشن اور واضح کر دیتا ہے اور درِ محبوب کی جھلک دکھا دیتا ہے بہرحال یہ فسانۂ جہاں آپ کے کس کام کا دیوانوں کی طرح آپ کو باتوں میں الجھا دیا تو سنیئے ہم کل آسٹر انڈر لیٹن گئے مین روڈ سے نکل کر پہاڑوں کے اوپر اوپر سڑک جاتی ہے ہر طرف سبزہ پھیلا ہے گول گول ابھار سے ہیں اور ہر وادی کے دامن میں خوبصورت جھیل جیسے کسی حسین کے پہلو میں دل ہو اتنی خوبصورت زمین پر ان نعمتوں کے خالق کو جاننے والے بہت کم خوش نصیب ہیں اکثریت ابلیس کی فسوں کاریوں میں گرفتار ہر آن گناہ کی دلدل میں نیچے ہی نیچے ڈوبتی جارہی ہے۔" زیادہ دکھ مسلمانوں کو دیکھ کر ہوتا ہے اور پھر ان میں سے ان نمازیوں پر افسوس ہوتا ہے

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

دین محض الفاظ کا نام نہیں اس میں کیفیات بھی ہیں جو قلوب کو قلوب سے منعکس ہو کر نصیب ہوتی ہیں تب راہ حق کی افادیت کھلتی ہے۔

جن کے سجدے اپنی انا کے سامنے ہیں یا پھر چند پاؤنڈ حاصل کرنے کے لئے۔" اس معاشرہ میں تو پاؤنڈ ہی معبود کے طور پر لوگوں کا مقصد بن چکا ہے جب مسلمان بھی وعظ کہیں یا سجدے کریں غرض صرف دولت کا حصول رہ جاتا ہے تو غیر مسلم سمجھتے ہیں کہ ہماری ہی منزل کا راہی ہے ذرا لباس مختلف ہے اور طریقِ واردات میں تھوڑا سا فرق ہے اللہ کریم سب کو ہدایت دے اور خصوصاً مسلمانوں کو پھر سے دل زندہ عطا کرے آمین۔ آدمی جس شہر قریے یا بستی کی بات کرے یہ ضرور لکھنا پڑتا ہے۔ کہ بہت خوبصورت ہے اور ضروریات زندگی سے بڑھ کر زندگی کی آسائش اس کی گود میں پڑی ہیں سڑکیں شفاف فضا روشن اور مکان خوبصورت لوگ صحت مند چمکتے چہروں والے بس صرف انہیں باطنی نگاہ سے دیکھنا نہ چاہیئے کہ پھر تو خنزیر۔ بندر اور اژدہے پھنکارتے نظر آتے ہیں وہاں ایک بزرگ نے گرجا خرید کر شاندار مسجد بنائی ہے پہلے والی مسجد میں ایک مولوی صاحب نے مسلمانوں کو لڑا کر دو کر دیا تھا بہت خوبصورت اور کھلی مسجد ہے قرآن حکیم میں سورہ بقرہ کی پہلی آیت تلاوت کی جس کا مفہوم ہے۔ "قرآن حکیم ایسی عظیم الشان کتاب ہے جس میں رائی برابر شبہ نہیں۔"

اور یہ بہت بڑا دعوےٰ ہے اس لئے کہ قرآنِ حکیم نے زندگی کے ہر موضوع پر اپنی رائے اور فیصلہ دیا ہے۔ خصوصاً دنیا بھر کے علوم جو فلاسفہ سائنسدانوں اور کیمیا دانوں سے تعلق رکھتے ہیں وہ انسان کے وجود میں آنے سے شروع ہو کر اس کی موت پر ختم ہو جاتے ہیں جبکہ قرآن حکیم تخلیقِ ارواح اور عالمِ امر سے انسانیت کو زیر بحث لاتا ہے اور زندگی موت مابعد الموت حشر اور ابدی زندگی تک پوری تفصیل سے بات کرتا چلا جاتا ہے آج تک ان حقائق کو کوئی چیلنج نہیں کر سکا ممکن ہے کہا جائے کہ موضوع ہی ایسا ہے جس پر بات نہیں ہو سکتی تو دوسرے بے شمار موضوع ہیں جو انسانی زندگی سے متعلق ہیں مثلاً جن چیزوں کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے آج تک میڈیکلی انہیں انسانی جسم کے لئے مفید ثابت نہیں کیا جا سکا بلکہ الٹے ان کے مضر اثرات روز بروز سامنے آتے جا رہے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ جس دور میں نزولِ قرآن ہوا عرب اہل زبان کا گہوارہ تھا اگرچہ لکھنا پڑھنا جاننے والے بیشک کم تھے۔ مگر زباندانی میں دنیا کی تمام قومیں ان سے پیچھے تھیں عام بدو اور کنیزیں تک بات بات پر شعر موزوں کر دیتے اور اتنے خوبصورت اشعار ہوتے تھے کہ آج تک عربی ادب کی زینت ہیں قرآن کریم نے اعلان فرما دیا کہ اے اپنے سوا ساری اقوام کو عجم یعنی گونگا کہنے والو! اگر دم ہے تو قرآن کریم کے مقابلے میں ایک جملہ موزوں کر کے لاؤ اور اپنے مزعومہ خداؤں کو بھی مدد کے لئے بلا لو مگر تم ہرگز ایسا نہ کر سکو گے اور آج تک کوئی ایسا نہ کر سکا حتیٰ کہ قرآن نے فرمایا کہ اللہ کا کلام ہمیشہ محفوظ بھی رہے گا اور آج تک کفر کی ساری کوششوں اور سر توڑ کوششوں کے باوجود فحمداللہ محفوظ ہے اور رہے گا پھر اس کے ساتھ دنیا کے ہر موضوع پر وہ سیاسی ہو اقتصادی ہو۔ یا تہذیبی سب پر کھل کر بحث بھی کی ہے اور اپنا فیصلہ بھی دیا ہے اور ہمارے سامنے ہے کہ روزانہ سائنس دانوں کی تحقیقات اور نتائج بدلتے ہیں اور بعد والے پہلوں کو غلط ثابت کرتے رہتے ہیں مگر قرآن کے طے کردہ اصولوں کو کوئی جھٹلا نہیں سکا نہ ان سے بہتر رائے پیش کر سکا یہ امر بھی ہمارے سامنے ہے کہ ملک کے نامور لوگ اپنے ملک کے لئے ایک قانون وہ معاشی ہو یا تہذیبی طے کرتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتا اور پھر اس میں ترمیم کرنے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے مگر قرآن کریم نے روئے زمین پر لینے والی انسانیت کے لئے سارے نظام بنا کر دیئے جو ہر حال ہر موسم ہر ملک اور ہر قوم کے لئے اور ہمیشہ کے لئے قابلِ عمل ہیں اور سب سے بڑا اعجاز خود آپؐ کی ذاتِ گرامی ہے یتیمی کا بچپن سب کے سامنے تھا لڑکپن اور جوانی سے سب آگاہ تھے اور چالیس برس کی عمر عزیز ان لوگوں کے روبرو تھی۔ جس میں آپؐ نے کسی انسان سے کچھ نہیں سیکھا مگر جب لب ہائے مبارک وا ہوئے تو دنیا و آخرت کی حقیقتیں ارشاد فرماتے چلے گئے جنہیں کبھی کوئی نہ جھٹلا سکا اور نہ ایسا کر سکے گا۔ پھر تاریخی پیش

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

گویاں جو نسزول کے وقت بظاہر ناممکن نظر آتی تھیں مگر وقت آنے پر حرف بحرف سچ ثابت ہوئیں مسلمانوں نے یہ سب کچھ دلوں میں سمویا اُجڑے دلوں میں بہار آئی اور اسلام کا نغمہ جانفزا ایک عالم پر پھیل گیا مگر آج ہماری حالت قابل رحم ہے اور رُشدی کے روپ میں شیطان ہماری دینی غیرت کی دھجیاں بکھیر رہا ہے بڑے لطف کی بات ہے کہ اسی قرآن پاک میں اللہ کا وعدہ ہے کہ اگر تم ایمان پر قائم رہے تو ہر میدان میں کامیابی تمہاری ہے اور یہاں حال یہ ہے کہ ناکامیاں مقدر بن چکی ہیں اب ظاہر ہے جب دو فریقوں میں معاہدہ ہے اور دونوں فریق موجود بھی ہیں مگر معاہدے پر عمل نہیں ہو پا رہا تو یقیناً ایک فریق اس کی شرائط پوری نہ کر رہا ہوگا۔ ایک فریق ذات باری ہے۔ اور اس کی ذات والا صفات کی شانِ عالی سے بعید ہے کہ وہ ایسا کرے دوسرا فریق ہم ہیں تو کیا ہم تقاضائے ایمان پورے کر رہے ہیں؟ یہ ہے وہ سوال جو ہم میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھ کرنا چاہیئے اور جہاں جہاں کمی ہے اس کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کرنا ضروری ہے یاد رکھیں اگر ہم نے محض ذاتی زندگی تک یہ عہد نباہنا گوارا کر لیا تو ذاتی زندگی کامیاب ہو جائے گی اگر قومی زندگی میں ایسا کر گزرے تو قومی زندگی کامیابیوں سے ہمکنار ہوگی انشاء اللہ العزیز۔ اب یہ مسلمانوں کی تضحیک کا جرم تو شاید ہمارے اپنے ہی ذمہ پڑ رہا ہے۔ ہمیں پوری محنت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنا اور دلوں کو نور ایمان سے عمل کو اتباع سنت سے روشن کرنا ہوگا اللہ کریم اس کی توفیق بخشیں۔

نماز سے فارغ ہو کر کھانا کھایا اور وہاں سے مانچسٹر گئے احباب کو کوئی کام تھا واپسی پر چار رویہ سڑکوں پر ٹریفک جام ہو رہی تھی اور میلوں تک بھیڑ کا یہ عالم تھا کہ ایک گاڑی رکتی تو دس دس میل پیچھے گاڑیاں رک جاتیں شاید دو چھٹیاں اکٹھی آگئی تھیں اور کچھ لوگ تو بیرہی شمال کے جو گھروں کو رواں تھے دوسرے باہر چھٹیاں گذارنے جا رہے تھے۔ لہٰذا یہاں عصر کو پہنچے۔ یہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے اور عجیب و غریب کام ہوتے ہیں بوڑھوں کے لئے اولڈ ہوم اچھی تجارت بھی ہے اسی طرح بچوں کی نگہداشت کے مراکز ایک تجارت ہے ساتھ جوان لڑکیوں کے لئے دارلامان قسم کا اجازت نامہ حاصل کر لینا بھی ایک فائدہ مند کاروبار ہے مثلاً جوان بچیاں گھروں سے بھاگ جاتی ہیں تو پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر وہ خوشی سے کسی کے ساتھ رہ رہی ہیں تو پولیس انہیں پریشان نہیں کرتی بلکہ والدین کی اطلاع پر انہیں تلاش کر کے پتہ کرتی ہے اگر وہ ناخوش نہ ہوں تو والدین کو خیریت بتا دیتی ہیں پتہ نہیں دیتیں کہ انہیں پریشان نہ کریں پھر بعض اوقات انہیں دوست دھوکہ دے جاتے ہیں یا ان سے خوش نہیں رہتیں تو پولیس کو اطلاع کرتی ہیں وہ انہیں اس آدمی کے گھر چھوڑ آتے ہیں جس کے پاس کونسل سے دارلامان کا اجازت نامہ ہو اور یوں زیادہ سے زیادہ دو ہفتے وہ وہاں رکھی جاتی ہیں اور جتنے روز وہ اس کے گھر رہتی ہیں کونسل ان کا بل ادا کرتی ہے۔ پھر ان کی پسند کے مطابق کونسل فیصلہ کرتی ہے۔ کہ انہیں کس جگہ چھوڑا جائے کبھی دوست کے ساتھ واپس چلی جاتی ہیں کبھی والدین کے پاس اور کبھی کبھی اس گھر پر کئی دعویدار آدھمکتے ہیں پھر گھر والوں کو پولیس بلانا پڑتی ہے جہاں ہم ٹھہرے ہوئے ہیں سامنے ہی ایک ایسا گھر ہے وہاں پولیس وغیرہ دیکھ کر پوچھا تو پتہ چلا کسی لڑکی کے پیچھے کوئی لڑکے آئے ہیں تو انہوں نے پولیس طلب کی ہے بہر حال یہ یہاں کی زندگی ہے اسی لئے جس پاکستانی کی بچی جوان ہو جائے اسے بھتیجے اور بھانجے پیارے لگتے ہیں اور فوراً پیچھے سے بلانے کی سعی کرتا ہے مگر اب داماودوں کی درآمد پر پابندی لگ گئی ہے اور باہر کے آباد کاروں کی پریشانی اور زیادہ ہو گئی ہے۔ پہلے تو پاکستان جا کر نکاح کرتے اور بچی چونکہ برطانیہ کی شہری ہوتی تھی لہٰذا خاوند کو ساتھ لا سکتی تھی۔ یا بچہ وہاں شادی کر کے بیوی کو لا سکتا تھا مگر اب صورت حال بدل گئی ہے اب شرط یہ ہے کہ جو بھی ایسا کرنا چاہے وہ کم از کم ایک سال سے برسر روزگار ہو اور دوسرے کا خرچہ برداشت کر سکتا ہو نیز اس کا ذاتی مکان بھی ہو اس شرط نے تمام بچیوں کو کارخانوں میں مزدوری کرنے پر مجبور کر دیا ہے اور ایسے لوگ بھی جو ابھی تک بچیوں کو مزدور

اسی قرآن پاک میں اللہ کا وعدہ ہے کہ اگر تم ایمان پر قائم رہے تو ہر میدان میں کامیابی تمہاری ہے

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

اللہ نے ایسے بندوں کی تلاش جن کی مجلس میں دل کو روشنی نصیب ہو قلب میں زندگی آئے اور اُسے شعور عطا کرے ہماری ضرورت ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم ہر راہ رو کے ساتھ چلنا شروع نہ کر دیں بلکہ نہایت غور و خوض سے اور پوری ذمہ داری سے ایسے لوگوں کو تلاش کریں جو خود نہ صرف جادۂ حق پہ گامزن ہوں بلکہ اُن کی صحبت جادۂ حق پہ چلنے کی سعادت سے بہرہ ور کر دے اور ایک لطف ایک لگن عطا کرے جسے ہم اپنی آئندہ نسلوں کو منتقل کر سکیں۔

کے ساتھ مخلوط طور پر کام پر لگانے کے حق میں نہ تھے بے بس اور مجبور ہو چکے ہیں۔ آج احباب کا خیال تھا کہ بازار چلیں مگر طبیعت نہ چاہی تو نہ جا سکا کہ بہت کچھ دیکھ رکھا ہے اب مزید کیا دیکھیں گے رات ایک پاکستانی خود ساختہ جلاوطن سے ملاقات ہو گئی تو ایسے سیاسی پناہ گیروں کے حالات سننے کا اتفاق ہوا جو میں نے سن تو لئے مگر لکھ نہیں سکتا شاید مجھ میں بات دہرانے کا حوصلہ نہیں اور اس سے ملکی قیادت کے اخلاقی پہلو کی تصویر کی جھلک نظر آتی اللہ کی پناہ کیا ہم اتنے ہی مردہ دل بے حس، ضمیر سے عاری اور عقل کے اندھے ہو چکے ہیں واقعی یہ کام ہیں انہیں کے کہ جن کے حوصلے ہیں زیادہ۔

۲۹ مئی :-

کل کچھ نہیں لکھ سکا اس لیے کہ کل میں باہر یعنی ([illegible]) پر گیا تھا باقی سارے احباب گلاسگو گئے تھے وہاں مسلمانوں کے بچوں نے جو یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں اپنی تنظیم بنا رکھی ہے جو ہے تو سارے برطانیہ میں مگر وہاں کے احباب نے دعوت دی تو میں نہ جا سکا کہ بہت لمبا سفر ہے اور صبح جا کر شام واپس آنا بہت تھکا دینے والا کام بھی تھا اور میرے بس سے باہر چنانچہ باقی احباب گئے رات ۱۲ بجے واپس آئے ان کی ملاقات ہوئی ذکر کی اہمیت و ضرورت بتائی اور ان بچوں کو ذکر کرنا سکھایا کچھ دوسرے لوگوں سے ملے جو پچھلے سال سے واقف تھے بہر حال جو ان کے بس میں تھا کر آئے ہیں نتائج پیدا کرنا اللہ کریم کا کام ہے یہاں سے شمال کو چلتے جائیں تو آبادی کم ہوتی جاتی ہے اور دور دور تک سبز وادیاں بہت پُر لطف نظارے پیش کرتی ہیں اور جنگل بھی ہیں جن میں کہتے ہیں شکار بھی ہوتا ہے مگر یہ سب کچھ دیکھ نہیں سکا اور سنی سنائی کا کیا بھروسہ بہر حال شنید ہے ضرور اور ہاں ہم کل باہر گئے تین احباب مقامی تھے اور میں اکیلا یہاں سے ایک سو میل پر ایک پرانا محل ہے جو کسی نے خرید کر وہاں "ڈزنی لینڈ" جیسی تفریح گاہ بنائی ہے ڈزنی لینڈ تو خیر بہت عجیب ہے بہر حال یہاں بھی اس نے کوشش کی ہے اور بہت خوبصورت تفریح گاہ بنائی ہے اندرون ملک شاداب وادیوں میں گھرا ہوا ایک قدیم محل ہے جو سارا پتھروں سے بنا ہوا ہے اور انگلستان کے محلات کا مخصوص طرز تعمیر یہاں بھی ظاہر ہے۔ گرداگرد باغ جھیلیں اور خوبصورت مناظر ہیں جن میں رنگا رنگ تفریحی سامان لگا دیا گیا ہے خوبصورت کشتیوں اور بچوں کے بے شمار قسم کے مشاغل بجلی کی موٹروں اور جھولوں وغیرہ کے ساتھ کھانے پینے اور کھلونوں کی دکانیں ہیں جب ہم پہنچے تقریباً ڈیڑھ بج رہا تھا اور تین کار پارک بھر چکے تھے چونکہ میں ہمیں جگہ ملی پچاس گاڑیاں ایک رو میں تھیں اور ہماری باری چوبیسویں[۲۴] رو میں آئی اندازاً تیس[۳۰] رو بن سکتی تھیں اس طرح کاروں کی اوسط چھ ہزار[۶۰۰۰] بنتی ہے اور ہزار کے قریب بڑی بسیں بھی کھڑی تھیں اس قدر بھیڑ شاید دیگر ایام میں تو ممکن نہ ہو مگر چھٹی کے دنوں کی اوسط یہی ہے کم و بیش بیس ہزار مرد و خواتین تو ہوں گے جن میں خال خال بچے اور اکا دکا عمر رسیدہ تھے سب جوان لڑکے لڑکیاں ہی تھیں لباس نام ہی کے تھے چھوٹی سی جانگیا اور انگیا یا ہلکی بنیان اور جوانوں کا لباس ایک مختصر جانگیا تھا۔ زمین کے خوبصورت قطعات پر انسان کی غیرت ابلیس کے پاؤں تلے تھی اور تہذیب مغرب کی بد تہذیبیاں ہر طرف پھیلی پڑی تھیں ہر کوئی ایک ہی رنگ میں مست تھا اور کسی کو کسی کا ہوش نہ تھا مگر ایک بات ضرور ہے اپنی تمام بے حجابیوں کے باوجود ابھی امریکی معاشرے

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

سے یہ لوگ تو پیچھے ہیں وہ اس ذلت میں بہت آگے نکل چکے ہیں ہم نے بھی ساری سیرگاہ کا ایک چکر لگایا اور واپس روانہ ہوئے کار پارک سے سیرگاہ تک تو نئی قسم کی ریل کار کا سفر تھا پھر بھی ہم چار بجے کار کے پاس پہنچے کھانا نکالا وہیں پارک میں کھایا ظہر ادا کی اور واپس چلے عصر گھر پہنچ کر ادا کی اور بہت سی تھکاوٹ ساتھ لائے ذہن اور ضمیر بھی تھک چکا تھا اور بدن بھی چور چور ہو رہا تھا۔
دراصل ان لوگوں کا مقصدِ حیات ہی یہ آزاد سیرگاہیں بن چکی ہیں اور یہ اسی لئے پس انداز کرتے ہیں جو زیادہ بچا لیتا ہے وہ کسی دوسرے ملک چلا جاتا ہے ورنہ ملک کے اندر ایک دن مل جائے یا زیادہ، بڑے پرجوش انداز میں چھٹی منا کر خوش ہوتے ہیں سیر کرتے ہیں کھاتے پیتے ہیں اور غمِ زمانہ کو خود سے دور رکھنے کے مختلف حیلے بھرپور طریقے سے کرتے ہیں اگر متعہ عبادت ہے تو یہ سارے اول درجے کے مقبول بندے کہے جا سکتے ہیں یہ حال مقامی لوگوں کا ہے۔ "باہر سے آنے والوں کے لئے صرف ایک ہی صورت ہے کام کام اور بس کام جو ملے اس میں سے کچھ کھا کر کچھ پس انداز بھی ضروری ہے کہ ملک میں برادری رشتہ دار سب ہی جان رہے ہوتے ہیں کہ ولایت میں کام کرتا ہے بہت امیر آدمی ہے اور ایسا ہوتا بھی ہے یہاں سے پاؤنڈ بچاؤ تو وہاں روپلوں میں تبدیل ہو کر وہ بہت زیادہ ہو جاتے ہیں لہٰذا یہاں کی تھوڑی تھوڑی بچت بھی وہاں بنک بھر دیتی ہے لیکن دیکھا یہ ہے۔
جب ان لوگوں نے واپس جا کر وہاں آباد ہونے کی کوشش کی تو بنک بہت جلد خالی ہو گئے اور کام بھی نہ چل سکا۔ لہٰذا اکثریت کو پھر واپس بھاگنا پڑا۔ میرپور کے ایک آدمی نے یہاں سے جا کر وہاں بھٹہ بنایا تھا ہم سے کوئلہ خریدا کرتا تھا چھوڑ کر بھاگا تو اطلاع تک نہ دی۔ ہماری رقم بیس ۲ ہزار ابھی تک اس کے ذمہ ہے۔ جو ادا کرنے کے لئے شاید اب وہ کبھی نہ جا سکے گا۔ کہ وہ پہلا تجربہ دہرانے کی حماقت کیوں کرے گا۔ بہرحال یہ برطانیہ ہے اور یہاں ایسا ہی ہوتا ہے اور ہمارے ہاں بفضل اللہ پاکستان ہے اور وہاں کے اپنے مسائل ہیں۔ جن میں سرفہرست

حصولِ زر ہے جس سے ملے جب ملے اور جیسے مل سکے صرف ایک طبقہ مادی لحاظ سے بہت فائدے میں رہتا ہے جس کی دو کلاسیں ہیں (الف A یعنی پیرانِ عظام اور ب B) علمائے کرام۔ ان کو فائدہ یہ ہے کہ انہیں کچھ خرچ نہیں کرنا پڑتا بس باتیں کرتے اور ان کی اُجرت پاتے ہیں اور جتنا بھی کما لیں وہ سارے کا سارا خالص منافع ہوتا ہے ہر طبقے میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں یقیناً اچھے اور مخلص لوگ اس طبقے میں ضرور ہوں گے مگر اکثریت پیشہ ور حضرات کی ہے جن کے متعلق میں نے پچھلے سفر میں ایک چھوٹا سا تجزیہ لکھا تھا "ماتحین کی جولان گاہیں" اور "برطانوی مسلمانوں کا مستقبل"، کوشش ہو گی کہ وہ بھی اس کتابچے کا حصہ بن جائیں۔ بہرحال پاکستانیوں کی ایک نسل جو عمر کے آخری مراحل میں ہے اور پنشن پاتے ہیں یا کاروبار کرتے ان کی سوچ یہ ہے کہ کسی طرح ملک واپس جا کر اگر وہاں کوئی صورت گذارہ کرنے کی بن سکے تو بہت بہتر اور آخری طریقہ ہے اس لئے کہ ان کی اولاد جو یہاں پیدا ہوئی پلی بڑھی وہ بھی بمشکل ان کے ہاتھ میں ہے لیکن اگلی نسل جو اس اولاد سے ہو گی کا انہیں قطعاً کوئی بھروسہ نہیں وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ نسل کسی اسلامی قدر کو اپنا لے گی لہٰذا اب اگر وہ یہاں سے وطن چلے جائیں۔ تو کم از کم اپنی آئندہ نسل کو بچانے کی مثبت کوشش کر سکتے ہیں مگر ملک کے حالات اتنے مشکل ہوتے جا رہے ہیں کہ جو لوگ وہاں ہیں وہ کسی طرف نکل جانے کی سوچتے ہیں باہر سے جا کر وہاں رہنا اتنا آسان بھی نہیں۔ آج یہاں کمیونٹی سنٹر میں بیان کرنا ہے جس کا وقت غالباً ظہر کے بعد رکھا گیا ہے اللہ کریم نیک توفیق عطا فرمائیں۔
اب سنیئے کمیونٹی ہال کے بارے تو جناب ہم ٹھیک تین بجے اپنے پروگرام کے مطابق وہاں پہنچے برطانیہ کے ماحول کے مطابق اجتماع بہت اچھا تھا تقریباً ساڑھے تین بجے بات شروع ہوئی پہلے کچھ دیر وڈیو کیمرہ والے نے لی پھر تلاوت ہوئی القصہ بات کا موضوع عبادات اور ان کا ماحصل تھا۔

زیادہ دکھ مسلمانوں کو دیکھ کر ہوتا ہے اور پھر ان میں سے ان نمازیوں پر افسوس ہوتا ہے جن کے سجدے اپنی انا کے سامنے ہیں یا پھر چند پاؤنڈ حاصل کرنے کے لئے۔

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

آیۃ کریمہ سورہ بقرہ سے تلاوت کی جس کا مفہوم ہے کہ اے اولادِ آدم اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا تم سے پہلوں کو بھی "تاکہ تم متقی بن سکو قرآن حکیم کے اس انداز بیان نے تقویٰ کو عبادات کا حاصل قرار دیا ہے جس کا معنیٰ اردو میں ڈر کہا جاتا ہے یہ بات اس حد تک تو درست ہے کہ ڈر ہی مراد ہے مگر ڈر کی کونسی قسم تو یہ ڈر ایک محبت اور پیار کے تعلق کو چاہتا ہے ایسا ڈر جو کسی کے روٹھ جانے کا ہو اور جس کا روٹھ جانا گوارا نہ ہو مثلاً آپ لوگ یہاں دور دراز لیتے ہیں ملک میں اگر کسی کو آپ سے ایسا تعلق ہو کہ وہ کام کرنے سے پہلے آپ کی پسند کا خیال کرے اور اگر وہ کام آپ کو پسند نہ ہو تو آپ کے خفا ہونے کے ڈر سے اسے چھوڑ دے خواہ خود پسند بھی کرتا ہو۔ یہ کیفیت جیب اللہ کریم کے ساتھ نصیب ہو تو اُسے تقویٰ کہتے ہیں ہمارے ہاں عام طور پر مشہور ہے کہ عبادت ادھاری مزدوری ہے دنیا میں صرف مشقت کرنا ہے آخرت میں اس کا بدلہ ملے گا۔ میں اس بات کا قائل نہیں ہو سکا اس کی وجہ یہی ہے کہ جب رب جلیل نے انسان کو یہ حکم دیا ہے کہ مزدور کو پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی اجرت دے دی جائے تو خود ادھار کیوں کرنے لگا اور یہ آیۃ کریمہ بھی اسی بات پہ دلالت کرتی ہے کہ "تمام عبادات کا فوری بدلہ جو انسان پاتا ہے وہ یہی صفت ہے جسے تقویٰ کہا گیا ہے"۔ اس لئے کہ ساری تخلیق انسان کی خدمت پہ لگی ہے۔ اور انسان کا مقصدِ تخلیق اللہ کی ذات اور اس کی صفات کی پہچان ہے جس کا اسے شعور عطا ہوا ہے اور اس پہچان (یا اصطلاح میں جسے معرفت کہتے ہیں) کا مدار قلبی کیفیت پر ہے ورنہ حواس ظاہری کے ادراک سے وہ ذات بہت بلند ہے اور جو ذات حواس کی قوت سے بالاتر ہے انسان اس کے ساتھ بھلا کیسے رشتہ قائم کر سکتا ہے اور رشتہ بھی آشنا نازک کہ محبت کہیں جسے۔ لہٰذا اس کے قیام کے لئے عبادات عطا فرمائیں کہ ان کے نتیجے میں دل میں ایسی کیفیت پیدا ہو جائے کہ انسان آنکھوں سے نظر نہ آ سکنے والی ذات کو دیکھ رہا ہو کیسے؛ پتہ نہیں! اپنے پاس محسوس کر رہا ہو اس کے جمال پہ فدا اور اس کے کرم کا شیدائی ہو۔ اور یہ فریفتگی کمالِ اطاعت عطا کر دے اس کے حصول کے دو ہی طریقے ہیں برکاتِ نبوی اور تعلیماتِ نبوی۔ چونکہ فرائض نبوت میں ہے کہ دعوت الی اللہ تزکیہ اور تعلیم کتاب و حکمت۔ لہٰذا دعوت عام ہے جو قبول کرے اس کا تزکیہ اور پھر تعلیم کہ عمل کر سکے۔ ان برکات کے حصول کا سبب صحبت نبوی تھی کہ جسے ایک پل نصیب ہو گئی اس کا تزکیہ ہو گیا اور وہ جمالی کہلایا دوسرا طریقہ تعلیماتِ نبوت ہیں کہ کسی تک پہنچیں تو اس نے ان پر خلوص سے عمل کیا اور اپنی حیثیت کے مطابق متقی تو بن سکا صحابی نہ بن سکا شرفِ صحابیت کا کمال یہ ہے کہ تعلیمات ہی اس کی جان بن گئیں اور وہ ان سے باہر جانے کی سوچ بھی نہ سکا لہٰذا یہ طریقہ زود اثر بھی ہے اور زیادہ مؤثر بھی اسی طرح صحابہ کی محبت میں تابعی اور سینہ بسینہ اولیا کا تذکرہ ملتا ہے جو دلوں سے دلوں کی روشنی۔ محبت اور مجلس میں رہ کر حاصل کرتے رہے اس طرح جو کیفیت نصیب

باہر سے آنے والوں کے لئے صرف ایک ہی صورت ہے کام کام اور بس کام جو ملے اس میں سے کچھ کھا کر کچھ بس انداز بھی ضروری ہے کہ ملک میں برادری رشتہ دار سب ہی جان رہے ہوتے ہیں کہ ولایت میں کام کرتا ہے بہت امیر آدمی ہے اور ایسا ہوتا بھی ہے یہاں سے پاونڈ کی تھوڑی تھوڑی بچت بھی وہاں بنک بھر دیتی ہے لیکن دیکھا یہ ہے جب ان لوگوں نے واپس جا کر وہاں آباد ہونے کی کوشش کی تو بنک بہت جلد خالی ہو گئے اور کام بھی نہ چل سکا لہٰذا اکثریت کو پھر واپس بھاگنا پڑا۔

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

اسلام انسانیت سے محبت کا مذہب ہے گناہ سے دُور کرتا ہے مگر انسانوں کے قریب لاتا ہے

ہوئی وہ زیادہ مؤثر بھی ثابت ہوئی اور درجہ کے لحاظ سے بھی بہت بلند یا پھر دوسرا درجہ کہ محبت صالح تو نصیب نہ ہوئی مگر خالص تعلیمات حاصل ہوئیں اور ان پر خلوص سے عمل کرنا شروع کیا تو رفتہ رفتہ ایک تعلق جو محبت کا تھا ذات باری سے بڑھتا گیا اور یوں انسان نے اپنا مقصد تخلیق پا لیا۔

جہاں تک ضروری اجر کا تعلق ہے وہ درست اور بجا مگر در حقیقت وہ سارا محض اللہ کا انعام ہے کہ اس آیۂ کریمہ میں بھی جو فلسفہ دیا گیا ہے وہ یہ ہے اللہ تمہارا خالق بھی ہے اور رب بھی یعنی پیدا کرنے والا بھی اور پالنے والا بھی اس کی اس قدر نعمتیں تمہیں پہلے سے حاصل ہیں کہ عمر بھر سجدہ ریز رہو تو صرف ان کا شکر ادا نہیں کر سکتے ہاں عبادت سے تمہیں جو محبت الٰہی نصیب ہوگی اس پر آخری دائمی اور حقیقی زندگی میں بھی بے شمار انعامات عطا ہوں گے اس لئے ہمیں اپنی عبادات کا جائزہ اس انداز سے لینا چاہیئے کہ کیا ان کے طفیل میرے دل میں

تمام عبادات کا فوری بدلہ جو انسان پاتا ہے وہ بھی صفت ہے جسے تقویٰ کہا گیا ہے۔

اللہ کی محبت اطاعت کی رغبت اور گناہ سے نفرت پیدا ہو رہی ہے تو پھر تو نتیجہ حاصل ہو رہا ہے مگر سب کچھ کر کے بھی اگر ہمیں نہ عقیدہ کی اصلاح نصیب ہو نہ عمل کی درستی تو پھر شاید ہم عبادت کے نام پر محض رسومات نبھا رہے ہیں اور اس بارے میں دوسروں پر تنقید محض بے کار ہے کہ اپنے دل کا حال ہر شخص خود ہی بہتر جان سکتا ہے اور اس کی اپنی رائے ہی اپنے متعلق زیادہ صحیح ہو سکتی ہے لہٰذا ہمیں اپنا اور اپنی عبادات کا جائزہ لینا ہوگا۔ "اسلام انسانیت سے محبت کا مذہب ہے۔ گناہ سے دور کرتا ہے مگر انسانوں کے قریب لاتا ہے"۔ اور ہم بحیثیت اُمت اس بات کے مکلف ہیں کہ اللہ سے دور اور اس کے نام سے محروم مخلوق کو بھی اس کا راستہ دکھائیں یہ قوت صالحین کی مجلس اور عبادت سے نصیب ہو سکتی ہے ورنہ ہم خود کو

بھی کھو بیٹھیں گے اور معاذ اللہ دل ضائع کر کے سخت مجرم کہلائیں گے اللہ کریم ہمیں نیکی کی توفیق اور اپنی محبت عطا فرمائے۔ آمین

بات تو گھنٹہ بھر سے زیادہ چلتی رہی مگر حرف بحرف نقل کرنا اب مشکل ہے تھک بھی گیا ہوں۔ اور ماحصل نقل بھی کر دیا اب تو روانگی کی تیاری ہے احباب عصر کے بعد (جواب تیار ہے) جا کر لندن ٹھہریں گے اور میں نے آج رات وٹ فورڈ ٹھہرنا تھا مگر ناسازیٔ طبع کے باعث نہیں جا سکا۔ اب صبح یہاں سے نکلوں گا۔ اور وہاں ناشتہ کر کے دوپہر لندن چلا جاؤں گا۔

انشاء اللہ ایک رات کا قیام وہاں ہے اور ۳۱ مئی کو نیویارک کے لئے روانہ ہو جائیں گے پھر باقی باتیں وہاں جا کر ہوں گی یہاں ایک تجزیہ نقل کر ہی دوں کہ علماء اور پیر یہیں جھگڑے کراتے ہیں تو اس کی بنیادی وجہ تو حصول زر ہے اور حصولِ زر کے راستہ میں لوگوں کی ایک خاص قسم بھی ہے جو یہاں آ کر پیسہ کما کر دولت مند تو بن گئے مگر یہاں کوئی کسی کو چوہدری، خان یا ملک وغیرہ نہیں مانتا اور ان کا جی چاہتا ہے کوئی ہمارا اسلام کرنے والا ہو لہٰذا وہ مسجد کا سہارا لیتے ہیں مساجد جا کر کمیٹی بناتے اور خود اس کے عہدیدار اور چیئرمین بنتے ہیں پھر لوگ ان کے پاس اجازت حاصل کرنے آتے ہیں مولوی ملازمت لینے آتا ہے پیر اپنا کام چلانے میں ان کے تعاون کا محتاج ہوتا ہے یہ لوگ بھی پھر ان کی زبان سے اپنے ناپسندیدہ اشخاص پر فتووں کے گولے برسواتے اور خوش ہوتے ہیں ان کی آنا تسکین پاتی ہے خواہ امتِ مسلمہ کا خون بہتا رہے انہیں اپنے کام سے کام ہے۔ اللہ کریم سب کو ہدایت ہی نصیب فرمائیں اب ممکن ہے لندن کچھ لکھ سکوں یا پھر جہاز میں ورنہ نیو یارک۔

(اللہ حافظ)

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

۳۱ مئی

T.W.A کی فلائیٹ نمبر ۷۰۰ پر لندن سے پرواز کئے ڈیڑھ گھنٹہ گزر چکا ہے اوپر آسمان اور نیچے سمندر ہے۔ ۱۰ گھنٹے پرواز کے بعد جب سمندر ختم ہوگا ہم نیویارک پہنچ چکے ہوں گے انشاءاللہ العزیز۔ کل صبح ۵ بجے بریڈ فورڈ سے روانہ ہوا باقی سب احباب پرسوں شام روانہ ہو چکے تھے۔ مجھے بھی ساتھ چلنا تھا اور ہمیں وٹ فورڈ میں جو لندن کا ہی حصہ ہے قیام کرنا تھا۔ مگر تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھی۔ لہذا صبح روانگی کا پروگرام بنایا اور ساڑھے آٹھ بجے وٹ فورڈ پہنچ گئے۔ ناشتہ وہاں کیا اور کل کے ملاقاتیوں میں سے جو دوبارہ آ سکے تھے ملاقات ہوئی ذکر کی محفل کی سعادت نصیب ہوئی اور یوں گیارہ بجے چل کر ایک بجے وہاں پہنچے جہاں لندن ہی میں دوپہر کا کھانا تھا۔ گھنٹہ بھر آرام کا مل گیا۔ زاہد اور منیر کے بچے بھی ساتھ تھے کہ خواتین ہی خواتین کو بات سمجھا تیں اڑھائی بجے سب احباب وہاں پہنچے انہیں کچھ کام کرنے تھے کچھ رقوم ڈالروں میں تبدیل کرانا تھیں شاید خریداری بھی کرنا تھی اور یوں انہوں نے ملکہ کا محل بھی دیکھا۔ ٹاور برج سے گزرے جو ایک عجوبہ ہے دریائے ٹیمز لندن شہر میں بہتا ہے گئی جگہ سے اس کے نیچے سے سڑک گزرتی ہے اور اوپر بھی پل ہیں مگر ٹاور برج بہت خوبصورت برجوں کے درمیان بہت کشادہ بنا ہوا ہے۔ اگر جہاز گزارنا ہو تو اسے اٹھا دیا جاتا ہے۔ درمیان سے آدھا ایک طرف اور آدھا دوسری طرف برجوں کے ساتھ استادہ ہو جاتا ہے پھر گرا دیں تو پل اور سڑک بن گئی۔ وزیر اعظم کی سرکاری رہائش گاہ اور آکسفورڈ سٹریٹ بھی یہ لوگ دیکھ کر آئے۔ یہ بازار تقریباً میل بھر لمبا مگر بہت بڑا مرکزی اور مصروف بازار ہے، لاکھوں لوگ بڑے بڑے سٹور بنک اور تجارتی کمپنیاں کی زینت ہیں۔ یہاں برطانیہ کی تہذیب جدید کا ہر پہلو سامنے آتا ہے نیم برہنہ بھی اور برہنہ بھی یوں تو لندن اور برطانیہ کی ہر آبادی میں پب موجود ہیں۔ مگر اس بازار کے پب بے حیائی کی تمام حدود سے بے نیاز ہیں۔ ویسے بھی وہاں باپ بیٹی ماں بیٹا بھائی اور بہن بیک وقت دیکھے جا سکتے ہیں۔ جو تمام تہذیبی اور اخلاقی قیود سے آزاد اپنے اپنے حال میں مست جام پر جام لنڈھا رہے ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود پاکستان سے یہاں آنے کا شوق پاکستانیوں میں تیز سے تیز تر ہوتا جا رہا ہے۔ پچھلے دنوں کسی کی والدہ فوت ہو گئی اس نے میت پاکستان روانہ کرنے کے لیے تیار کرائی تو کفن میں برطانوی پاسپورٹ رکھ دیا کہ کوئی (جس کے لیے وہ تھا) پاکستان سے آ سکے مگر اس قدر بیہودگی کے باوجود کامیاب نہ ہو سکا کہ ہوائی اڈے پر بکس اور کفن کھول کر نکال لیا گیا۔ ایک مسلمان سگی بہن کا فرضی نکاح ظاہر کر کے اور کاغذات میں اسے بیوی بنا کر لے آیا کہ کونسل کی طرف سے مکان اور الاؤنس ملے گا پھر یہ بھی کہیں مزدوری کر لے گی۔ مگر لوگ کب کسی کو چلنے دیتے ہیں۔ کسی پاکستانی نے شکایت کر دی۔ اب تحقیق کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ غالباً دونوں کو یہاں سے نکال دیں گے۔

بہر حال لوگوں کا ذوق ہے جو جنون سے گزر گیا ہے اور پاؤنڈ کی چاہت میں دین و ایمان، عزت و ناموس سب داؤ پر لگا رکھا ہے اس کے باوجود سنجیدہ لوگ بھی ہیں جو بحمداللہ برطانیہ میں رہ کر اس تہذیب کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ مساجد کی رونق ہیں اور اسلام سے محبت کرتے ہیں۔ عملی زندگی میں اتباع سنت کا نمونہ ہیں۔ اگرچہ حالات ان سے موافقت نہیں کر رہے ایسے ہی ایک دوست سے بات ہوئی تو کہنے لگے پاکستان واپسی کا سوچ رہا ہوں۔ بچے جوان ہیں اگرچہ بہت محنت کی ہے اور یہ فی الحال نیک بھی ہیں مگر اعتبار نہیں کہ کب فحاشی کی دلدل کسی کو لے ڈوبے اور جو آئندہ نسل ان سے چلے گی اس سے کوئی امید وفا رکھنا حماقت ہے لہذا خاندان تباہ کرنے سے بہتر ہے واپس جا کر کوئی کام کر لوں۔ مگر پاکستان کے موجودہ حالات نے بھی کوئی امید بندھانے والی بات نہیں رہنے دی اللہ کریم رحم فرمائیں۔ بہر حال ہم وہاں سے چلے تو تقریباً ایک گھنٹہ کا سفر دہ گھر تھا جہاں جانے پر کچھ لوگوں سے ملاقات طے تھی۔ اس کورس سے گزرے تو عصر مسجد میں ادا کر کے بیان کرنا تھا لہذا یہ سعادت بھی نصیب ہوئی۔ سورہ مزمل سے آیہ کریمہ تلاوت کی جس کا مفہوم ہے "وہ اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کریں اور اتنا کریں کہ ماسوا ذہن میں نہ رہے اور صرف اللہ باقی رہ جائے۔"

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

پہلے تعارف کرانا پڑتا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں تقریر کے بعد چندہ مانگے گا۔ لہٰذا عرض کیا کہ ایسی کوئی بات نہیں مزدور آدمی ہوں بفضل اللہ خوشحال ہوں اور ایسے لوگوں میں سے ہوں جو یہاں سیر کو آتے ہیں میں بھی آتا ہوں تو وقت آپ احباب کے ساتھ بسر کر لیتا ہوں۔ اور سیر بھی ہو جاتی ہے۔ اب گزارشات پیش ہیں آج روئے زمین پر دو سو کروڑ انسان اسلام کا دعویٰ رکھتے ہیں اور مسلمان کہلاتے ہیں گو کہ خطا کار ہونگے مگر مسلمان تو ہیں۔ اسکے باوجود عہد حاضر کی بے حیائی اور تہذیب جدید کی غیر مہذب حرکات کا ہدف بنے ہوئے ہیں مگر چشم فلک نے یہ منظر بھی دیکھا تھا کہ روئے زمین پر کوئی فرد اللہ کا نام لیوا نہ تھا نہ اس کی عظمت سے واقف۔ جب آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اور اللہ کی طرف دعوت دینا شروع کیا تو کفر و شرک، جور و جفا اور بدکاری جس عروج پر تب تھی نہ اس سے پہلے کبھی اس حد تک پہنچی اور نہ اس کے بعد آج تک قرآن حکیم اس کی خبر یوں دیتا ہے کہ ضلال مبین میں گرفتار تھے یعنی گمراہی کی وہ حد جہاں خود اس پر عمل کرنیوالا بھی یہ کہہ اٹھتا ہے کہ جو ہم کر رہے ہیں یہ سراسر باطل ہے۔ آج تو ابھی یہ لوگ اس سب کچھ کو اپنی تہذیب کہتے ہیں نیز اللہ کا نام لینے والے اور حق پرست بھی دنیا پہ موجود ہیں۔ اس تاریکی میں جب آفتاب نبوت طلوع ہوا تو کونسی مادی طاقت یا تلوار کہاں تھی۔ جو لوگ آج کہتے ہیں اسلام تلوار سے پھیلا حالانکہ زبردستی مسلمان کرنے کی اسلام سرے سے اجازت ہی نہیں دیتا انہیں یہ ضرور سوچنا چاہیئے کہ اسلام کو اگر تلوار سے پھیلنا تھا تو پھر اسے اس کی ضرورت اس وقت سب سے زیادہ تھی مگر اسلام میں پورے تیرہ برس مکی عہد میں ہاتھ اٹھانے کی اجازت ہی نہ تھی پھر پہلے پہلے جن کو یہ سعادت نصیب ہوئی اور ایمان لائے وہ غریب تھے۔ معاشرے میں کمزور و ناتواں لوگ، روسائے مکہ نے ایک وقت یہ بھی کہا تھا کہ ہم بات تو ضرور سنتے، مگر ان نادار لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے ہماری توہین ہوتی ہے انہی بظاہر تہی دست مگر نور ایماں سے روشن دل رکھنے والے لوگوں پر مشرکین نے کونسا ظلم ہوگا جو نہ توڑا اور کونسی سزا ہو

گی جو انہیں نہ دی۔ مطالبہ صرف یہ تھا کہ کلمۂ اسلام چھوڑ دو مگر وہ کٹ گئے۔ پٹے گئے۔ گھسیٹے گئے، سینے پہ گرم پتھر رکھ کر گرم سلاخوں سے داغا گیا انگاروں پہ لٹایا گیا مگر، کہتے رہے کہ ہم گواہی دیتے ہیں اللہ ایک ہے اور روز بروز اسلام پھیلتا چلا گیا۔ جوں جوں وہ امتحانات سے گزرتے گئے مزید انعامات عطا ہوتے چلے گئے نماز فرض ہوئی تو زبردست تقویت کا باعث بنی کہ دن میں پانچ بار اللہ سے شرف ہمکلامی نصیب ہوا روزہ فرض ہوا تو مزے ہو گئے، شیاطین قید اور عبادت کا اجر کئی گنا زیادہ کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ ایک ایک روزہ زندگی بھر کی خطاؤں کی بخشش کا ضامن اور ایک رات کا قیام گزشتہ گناہوں کی معافی کا سبب قرار پایا۔ لیلۃ القدر کی ایک رات ہزار مہینے پہ بھاری قرار دی گئی۔ ایسے ہی حج زکوٰۃ، حلال و حرام اور تمام احکام مزید قوت ایمانی کا باعث بنتے چلے گئے جہاد اپنی بے شمار برکتوں کے ساتھ فرض ہوا تو اسلام باد بہاری بن کر انسانیت کے اجڑے چمن کی آبیاری پہ کمربستہ ہو گیا اور روئے زمین پر کھر کے لیے جائے پناہ نہ رہی۔ ظلم و جور صفحہ ہستی سے مٹ گیا اور عدل و انصاف کی بہار آئی، نغمہ توحید گونجا اور اجڑے دلوں کو گلستان بناتا چلا گیا۔ اپنے تو اپنے غیروں نے بھی امان پائی ان سب عبادات کے ساتھ ایک بہت بڑا انعام اور قرب الٰہی کا خصوصی سبب عطا ہوا۔ اور وہ تھا پروردگار کے ذاتی نام کا ذکر اللہ اللہ کی تکرار جو اس آیہ کریمہ میں ارشاد ہے اور ہر مسلمان مرد و عورت پہ واجب ہے آج اگر ہم اندازہ کرنا چاہیں تو ہماری موجودہ زبوں حالی کا سبب یقیناً انہی انعامات میں سے کسی ایک یا ایک سے زیادہ سے محرومی ہے تو آیئے جائزہ لیں کیا مسلمانوں نے نماز ترک کر دی ہے، روزہ چھوڑ دیا ہے، حج نہیں کرتے یا زکوٰۃ نہیں دیتے یا جہاد سے کنی کتراتے ہیں ہرگز نہیں اگرچہ نہ کرنے والے بھی کافی ہیں مگر ان سب پر عمل کرنیوالوں کی بھی کمی نہیں ہاں اگر چھوٹ گیا تو اللہ کا ذکر۔ جس کے کرنے والے نہ ہونے کے برابر ہیں اگرچہ نابود نہیں مگر کمیاب ضرور ہو چکے ہیں۔ کیوں آخر کیوں غالباً اس لیے کہ ایک بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو چکے ہیں

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

یکم جون ۸۹ء . نیویارک

مضمون ادھورا چھوڑ دیا تھا اس لیے کہ میں تھک چکا تھا اور سر درد کرنے لگا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ کھانا بھی کھانا تھا جو جہاز میں تقسیم ہونے لگا تھا۔ مگر ہمارے ساتھ لندن کے دوستوں نے گھر سے پکا کر دیدیا تھا لہذا تہذیب مغرب کے حلال سے بچ ہی گئے۔ یہ تو امریکی کمپنی تھی۔ خود لندن کے مسلمان جو سب سے بہتر حلال کرتے ہیں اس کا طریق کار یہ ہے کہ کنویں کی ماہل کی طرح سے ایک زنجیر اوپر سے نیچے کو اتر رہی ہوتی ہے اوپر مرغ لٹکانے والے کھڑے ہوتے ہیں جو ایک ایک مرغ کی ٹانگیں اس کے کنڈوں میں پھنساتے جاتے ہیں اور یوں کنویں کے لوٹوں کی جگہ مرغ الٹے لٹکے آ رہے ہوتے ہیں نیچے ذبح کرنیوالا آدمی کھڑا ہوتا ہے جس کے سامنے سے مرغ گزرتے ہیں تو وہ فوراً چھری پھیرتا ہے یہ یاد رہے کہ مشین تو رکتی نہیں لہذا وہ جلدی جلدی ایک ہی بار چھری چلاتا جاتا ہے اور تڑپتے پھڑکتے مرغ زنجیر میں بندے گرم پانی کے ٹب میں ڈوب جاتے ہیں وہاں سے نکلتے ہی دوسرے مشین لے لیتی ہے جو کھال کھینچ کر پیٹ بھی صاف کر کے سٹور روم میں پہنچاتی ہے اور خالی کنڈے مرغوں کو لینے چلے جاتے ہیں۔ پتہ نہیں کس کے حصے میں کتنی تکبیر آتی ہے۔ اور رگیں بھی کٹتی ہیں یا کوئی رہ جاتی ہے نیز خون کے مکمل اخراج کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو ذبح کا اصل مقصد ہے آگے اندازہ خود کر لیجیے۔ یا پھر مسلمان "کوشر" کھا لیتے ہیں جو یہود کا ذبح ہے اور حلال جان کر کھاتے ہیں مگر پتہ کرنے پر ظاہر ہوا کہ یہودی تو سبزی، دودھ، آٹا روٹی ٹافی وغیرہ سب کچھ "کوشر" کرتے ہیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ چیز بنا کر رکھ لیتے ہیں دودھ دوھ کر یا کھانا بنا کر یا مرغ کاٹ کر یا جانور کاٹ کر اور پھر انکا ربی یعنی "پیر" آتا ہے اور ہر چیز کو چھڑی سے مس کرتا جاتا ہے ساتھ عبرانی میں کچھ پڑھتا جاتا ہے غالباً بسم اللہ کا متبادل ہوتا ہوگا اور وہ چیز کوشر یعنی حلال ہو جاتی ہے یہ حلال بہت عام استعمال ہوتا ہے مگر ذرا دوسرے درجے کا ہے اور اس سے آگے تو بقول ایک خالصہ کے "دیھائی جی مو بہاں" سب کچھ ہی ایک طرح کا ہوتا ہے اگر گوشت مرغ کا ہو تو پکاتے میں خنزیر کی چربی استعمال کر لیں گے۔ اور سب کچھ پکانے اور کھانے کے برتن بھی ایک سے ہیں اور گورے کالے ہاتھ بھی ایک جیسے۔ لہذا جہاز میں نہ کھانا ہی گوشۂ عافیت ہے یا پھر ساتھ کچھ رکھ لیا جائے۔ یہ مسلمان ہوائی کمپنیوں کے علاوہ تو از حد ضروری ہے اپنی ہوائی کمپنیاں کیا کرتی ہیں تو گوشت تو وہ بھی درآمد شدہ ہی استعمال کرتی ہیں۔ سوائے پی۔ آئی۔ اے کے خدا جانے P.I.A والے کیسے ذبح کرتے ہیں۔ کبھی کریدنے کی کوشش نہیں کی۔ ویسے آدمی چاول وغیرہ یا مچھلی تو مسلمان ہوائی کمپنیوں میں کھا ہی سکتا ہے مگر غیر مسلم کمپنیوں کا حال عجیب ہے۔

اور تیسری وجہ یہ ہوئی کہ جہاز کچی سڑک پہ اتر گیا تھا جی ہاں ہوائی جہاز کچی سڑک پر! وہ یوں کہ جب راستے میں بادل اور ہوائی طوفان آتے ہیں تو جہاز اسی انداز سے جھٹکے کھاتا ہے جس انداز سے موٹر کچی سڑک پہ اور طرح طرح کی آوازیں بھی باڈی کے ایک ایک جوڑ سے نکلتی ہیں تو ایسے میں بھی لکھنا ممکن نہیں رہتا۔ لہذا اب پھر وہاں سے شروع کرتے ہیں،

جہاں بات چھوڑی تھی تو میں عرض کر رہا تھا کہ مسلمان ایک بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو چکے ہیں وہ یہ ہے کہ اگرچہ قرآن حکیم میں ذکر الٰہی کی بہت زیادہ تاکید بھی آئی ہے اور ہر حال میں ذکر کرنے کا حکم موجود ہے مگر آج کے حضرات کی تشریحات کے مطابق شریعت کے مطابق عمل کرنا ہی ذکر ہے۔ لہذا ساری عبادات بھی ذکر ہیں اور جائز کام بھی اگر کوئی کسر رہ گئی تو ہر آدمی مختلف تسبیحات پڑھتا ہے چلو مقصد حل ہوا مگر میں یہاں خود کو متفق نہیں پاتا بلکہ میری کمزور رائے بالکل الگ ہے۔ متقدمین سے نہیں دور حاضرہ کے ان حضرات سے جو مندرجہ بالا خیال کے حامی داعی اور مبلغ ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ ذکر سے مراد ذکر اسم ذات ہے اور وہ بھی ذکر قلبی اگر یہ نعمت نصیب ہو تو باقی اذکار یعنی تسبیحات، عبادات اور اعمال میں روح پیدا ہو جاتی ہے۔ جان پڑ جاتی ہے۔ ورنہ محض ظاہر ہوتا ہے بغیر کسی کیفیت کے جیسے بادام بغیر مغز کے اور یہ بہت بڑی بات ہے جو میں کہہ گزرا ہوں۔ مگر دلائل اسی

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ آیئے آپ بھی میرے دلائل کا جائزہ لے لیں پھر فیصلہ آپ کا اپنا ہوگا کہ میں کسی پر فیصلہ مسلط کرنے کے حق میں نہیں ہوں تو صاحب یہاں زیادہ تفصیل کا وقت نہیں ہے لہٰذا فرائض پہ بات کرتے ہیں۔ بہت بڑا فریضہ صلوٰۃ ہے جیسے قرآن حکیم نے ذکر قرار دیا ہے۔ اور فرمایا جب جمعہ کی نماز کے لیے پکارا جائے تو کاروبار بند کرکے اللہ کے ذکر کی طرف فوراً پہنچو، مگر پھر ارشاد ہوتا ہے جب نماز ختم کر چکو تو اپنے کاروبار میں لگ جاؤ مگر اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو کہ کامیابی حاصل کر سکو تو بے شک نماز بھی ذکر ہے مگر اس کے علاوہ ذکر کثیر مطلوب ہے کہ خود نماز میں بھی مقصد نماز یا کامیابی حاصل ہو اس کے بعد اہم فریضہ حج ہے جو زندگی میں صاحب استطاعت پہ ایک بار فرض ہے اس کے تمام ارکان ادا کرنے کے ساتھ ذکر کثیر کا حکم موجود ہے۔ جہاد ایک اعلیٰ ترین اور کامیابی کا واضح راستہ ہے ارشاد ہوتا ہے جب کسی لشکر سے مقابلہ ہو جم کر لڑو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو کہ تمہیں کامیابی نصیب ہو یاد رہے اسلام صرف فتح کو کامیابی نہیں سمجھتا بلکہ اگر کبھی دشمن بھی جیت جائے تو غازی یا شہید کی صورت میں مومن کامیاب رہتا ہے۔ جبکہ عمل خلوص نیت سے کر رہا ہو اور یہ خلوص دل کی کیفیت کا نام ہے۔ جو ذکر کثیر سے نصیب ہوتی ہے۔ ایک اور بہت اہم فریضہ ہے تبلیغ اور یہ ایسا عظیم الشان امر ہے کہ رب کریم نے امت مرحومہ کے خیر امۃ ہونے میں اس کو ایک سبب گردانا ہے کہ تم بہترین امت ہو دوسروں کی بھلائی کے لیے کمربستہ ہو اور نیکی پھیلانا برائی سے روکنا اور اللہ پر یقین و اعتماد تمہاری خصوصیات ہیں ورنہ پہلے جب ضرورت پیش آتی نیا نبی مبعوث ہو جاتا مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت پر جس قدر عطایا انسان پا سکتا ہے بارگاہ الوہیت سے عطا کر دیئے گئے۔ اور مقصد نبوت اپنے کمال کو پہنچا۔ نئی نبوت کی ضرورت باقی نہ رہی تو یہی مسئلہ ختم نبوت کہلاتا ہے جس پہ بہت بحثیں ہوتی ہیں۔ حالانکہ سمجھنے کے لیے بالکل صاف بات ہے۔ اب ان انعامات کو انسانوں تک پہنچانے کا کام تو ہمیشہ باقی رہنا تھا۔ لہٰذا یہ نعمت امت مرحومہ کو عطا ہوئی اور اسی کا نام تبلیغ ہے۔ مگر میری رائے میں جو کثرت ذکر کی نعمت سے محروم ہیں ان کی تبلیغ بھی اثر سے محروم ہے اور کیفیات سے خالی ہوتی ہے اس لیے کہ قرآن حکیم میں موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ موجود ہے۔ جب وہ مبعوث ہوئے اور ہارون علیہ السلام کو بھی نبوت عطا ہوئی تو فرعون کی طرف جاتے ہوئے جب انہوں نے عرض کیا کہ بارے اللہ میں تو فرعون کی طرف سے پہلے ہی مجرم گردانا جا چکا ہوں اور اس نے میرے قتل کے احکام دے رکھے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ بات سننے سے پہلے ہی اس کے ظلم کا شکار ہو جاؤں اور بات ہی نہ پہنچا سکوں۔ تو کتاب الٰہی میں تین باتیں ملتی ہیں اول یہ کہ "میں آپ دونوں کے ساتھ ہوں، سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ اور سن رہا ہوں"۔ یعنی آپ دونوں حضرات کو اللہ کی معیت حاصل ہے۔ لہٰذا فرعون کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ دوسرے فرمایا کہ آپ دونوں بات بہت نرم اور پیارے انداز میں کیجئے گا وہ اگرچہ ظالم متکبر بدترین کافر ہے مگر آپ کی شان تو اپنی ہے۔ اگر فرعون سے بات کرنیکا یہ انداز ہے تو مسلمان کو نصیحت کرنے کے لیے مساجد میں تماشا کیوں؟ ایک کی داڑھی دوسرے کے ہاتھ میں اور دوسرے کے بال پہلے کی مٹھی میں! میرے خیال میں یہ عدم ذکر کے نتائج ہیں۔ اور تیسری بات جو ارشاد فرمائی وہ قابل توجہ ہے۔ فرمایا وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي آپ دونوں کی طرف سے میرے ذکر کی طرف توجہ میں کمی نہ آئے۔ سبحان اللہ: ذرا اندازہ کیجئے انبیاء کا قلب کبھی ذکر سے غافل نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ بات نہیں فرمائی کہ ذکر مت چھوڑیں۔ فرمایا ذکر کی طرف توجہ کم نہ ہو اس کا مفہوم یہی ہے کہ آدمی دو کام بیک وقت کر رہا ہو تو ایک ہی کو بھرپور توجہ دے سکتا ہے۔ اور دوسری طرف توجہ نسبتاً کم ہوتی ہے۔ جیسے ہم کار چلا رہے ہوں تو دو طرف کام ہو رہا ہوتا ہے، ہاتھ پاؤں بھی مصروف ہوتے ہیں۔ اور راستے پہ بھی نگاہ ہوتی ہے اور ظاہر ہے راستے کیطرف دیکھنے کو ہم بھرپور توجہ دیتے ہیں۔ اتنی توجہ ہاتھ پاؤں کو نہیں دیتے اگرچہ دیتے ضرور ہیں تبھی کام کرتے ہیں وہ حال یہاں ہے کہ قلب بھی ذاکر ہے اور فرعون کو تبلیغ بھی جاری۔ تو فرمایا توجہ کا اول درجہ میرے ذکر کو حاصل ہو اور دوسرا درجہ فرعون سے بات کرنے کو اور یہی

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

مفہوم کثرت ذکر کے اختیار کا حکم پڑھ کر حاصل ہوتا ہے کہ جہاں عدم ذکر کا امکان ہے وہاں کثرتِ ذکر کا حکم ہے اور یاد رہے سوائے ذکر قلبی کے کثرت سے ذکر نہیں ہو سکتا بھلا جہاد میں چند نعرہ ہائے تکبیر کو کثرتِ ذکر قرار دیا کہاں کی دانشمندی ہے اور کاروبارِ حیات میں ذکر قلبی کے علاوہ کثرتِ ذکر کی صورت بن ہی نہیں سکتی۔ نہ ہی کوئی عمل ذکر الٰہی کا مستقل متبادل قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہاں ذکر قلبی نصیب ہو تو پھر تسبیحات پڑھی جائیں نماز ادا ہو، حج نصیب ہو، جہاد کا موقع ملے یا تلاوت ہر عمل الگ لذت دیتا ہے ذوق جنوں تیز تر ہوتا ہے، جمال باری کی طلب پیدا ہوتی ہے۔ ذاتِ باری نظر نہیں آتی مگر انسان اس کو اس کے حسن بے مثال کو دیکھتا ہے۔ اب ایک آخری بات کہ کیا ذکر الٰہی سب کے لیے ضروری ہے۔ تو صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اسے ہر انسان مرد و عورت کے لیئے واجب لکھا ہے اور کوئی قرب الٰہی کے کسی درجہ پہ فائز ہو پھر بھی ذکر کرنا اس کی ضرورت ہے۔ چنانچہ یہ آیہ کریمہ جو براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد ہوئی یہی تقاضا کرتی ہے کہ جب آپؐ کو حکم ہے کہ اپنے رب کے نام کا ذکر کیجیے اور اس حد تک کہ مخلوق نگاہ میں نہ رہے صرف اللہ ہی کی ذات رہ جائے تو دوسرا کون مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔ اگر اس آیہ کریمہ کے سیاق پہ نگاہ ہو پتہ چلتا ہے کہ ارشاد ہوتا ہے راتوں کو اٹھا کیجیے آدھی رات یا کم و بیش مگر رات خالی نہ جائے بیشک دن بھر آپ بہت مجاہدہ کرتے ہیں اور ہر صبح نئی مشقتیں لیکر آپ پر طلوع ہوتی ہے نیز فطرت انسانی ہے کہ ویسے بھی شب بیداری بہت مشکل کام ہے مگر رات کی بات مزہ دے جاتی ہے۔ جب لوگ نیند کی آغوش میں بے سدھ پڑے ہوں تو طالب جمال ذات باری سے سرگوشیاں کر رہا ہو۔ اس کا اپنا ایک لطف ہے۔ لہٰذا آپ راتوں کو اٹھا کریں بڑے لطف سے تلاوت کریں اور پھر اسم ذات کی تکرار فرمایا کریں کہ قرب الٰہی کی کوئی انتہا نہیں۔ ہر آن آپ کو ترقی نصیب ہوتی ہے اور ہر آن ذکر بھی ضروری۔ لہٰذا یہ بمنزلہ روح کے ہے جس کے بغیر سب محنت اکارت جانے کا خطرہ ہے۔ اور یہی ہمارا قومی المیہ ہے۔ ذرائع ابلاغ بہت وسیع، تبلیغ بہت زیادہ، نمازی، حاجی اور روزہ دار موجود، چلے لگائے جا رہے ہیں مگر قوم ہے کہ اسے کوئی نسخہ اثر ہی نہیں کرتا اور "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" نظروں کے سامنے ہے لہٰذا میری گزارش فقط اتنی سی ہے کہ دن رات کی مصروفیات میں کچھ لمحے محض ذکر الٰہی کے لیے بھی ضرور نکالیے یہ اعتراض کہ فلاں طریقے سے ذکر کریں اور فلاں سے ذکر یں بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا اس لیے کہ ذکر کا طریقہ معین نہیں اسباب اور حالات کے مطابق ہر ایک کی صوابدید پر ہے کہ ارشاد ہے کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ ہاں کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا صحیح نہ ہوگا جس سے شریعت نے منع کر دیا ہو لہٰذا مختلف سلاسل تصوف میں مختلف طریقے اختیار کئے جاتے ہیں مگر راستے مختلف بھی ہوں منزل سب کی ایک ہے کہ دل ذاکر ہو جائے اور ذکر قلبی نصیب ہو کہ ہر حال میں اللہ اللہ ہوتی رہے۔ یہ تھا بیان کا خلاصہ جو مجھے یاد رہ سکا اور پھر ماموں جان کے ہمراہ ہماری دعوت تھی وہ مدت سے برطانیہ میں مقیم ہیں اور تن تنہا رہتے ہیں۔ انہوں نے خالص دیسی انداز میں بھرپور دعوت پکائی اور ہم چند لقموں پر گزارہ کرنے والے لوگ کتنا کچھ کھا سکتے تھے۔ مگر بہت لطف آیا اور اللہ کریم انہیں خوش رکھے اور دین پر عمل کی ہمت ارزاں فرمائے۔ پھر دو جگہ قیام تھا ساتھی اپنی قیامگاہ چلے گئے۔ اور میں اپنی منزل پر روانہ ہوا جو وہاں سے ایک گھنٹہ کی ڈرائیو تھی۔ شہر کے اندر ہی اندر اور شہر اس سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ سینکڑوں میلوں میں پھیلا ہوا اپنی آغوش میں کیا کیا لیے بیٹھا ہے۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
جو یہاں ہوتا ہے سب دیکھا بھی جا سکتا نہیں

حق یہ ہے کہ تہذیب مغرب کا اصل چہرہ دیکھنے کی ہمت ہم میں نہیں جو خدوخال بر لب سڑک مجبوراً دیکھنا پڑتے ہیں وہ اگرچہ اصل سے بہت کم ہیں مگر سارے لکھے نہیں جا سکتے اور جو کم از کم لکھا ہے اسے کاٹ رہا ہوں کہ پڑھنے والے برداشت نہ کریں گے نہ میں خود ایسا مواد پڑھنے کے لیے دینے کی ہمت رکھتا ہوں اگرچہ مغرب کے شیدائیوں کو یہ شیشہ دکھانا بہت ضروری تھا۔

اور یہ ادنیٰ سی جھلک ہے نہ میں لکھ سکتا ہوں نہ آپ

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

پڑھ سکتے ہیں۔ اور پڑھنے والے بھی شاید کہہ اٹھیں کہ وعظ کی محافل میں یہ کیا غلاظت اچھال رہے ہیں۔ مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ پاکستانیوں کو اس دلدل میں غرق ہونے سے پہلے بتا سکوں کہ یہ کتنی گہری ہے ممکن ہے کوئی جانے سے باز آجائے۔

میں کوئی ۱۲ بجے اقامت گاہ پہنچا تو ایک ڈاکٹر صاحب منتظر تھے انہیں ذکر کرایا پھر ایک خاتون اپنی دو بچیوں کو لیکر آئی تھیں۔ ان کی بات سنی بچی کا مسئلہ یہ تھا کہ سائنسدان کہتے ہیں کوئی اللہ نہیں ہے ایک جرثومہ تھا جو اب نہیں اسی وقت موسم اور اور حالات کے مطابق اسمیں تبدیلی آنی شروع ہوئی۔ اور مختلف صورتوں سے گزر کر انسان بن گیا۔ جب مرتا ہے تو ختم ہو جاتا ہے اس کی دلیل کے طور پر ان کے پاس وہ جرثومہ اور مختلف اشیاء اور تصاویر ہیں جو بہت بڑا ثبوت ہیں۔ ہم مقابلے میں کہتے ہیں نہیں یہ سب اللہ نے بنایا تو اس کا ثبوت کیا ہے کس نے دیکھا کہاں ہے کیا ہم دیکھ سکتے ہیں ؟ یہ سوال کا خلاصہ تھا میں بہت تھک چکا تھا۔ جسم سے ٹیسیں اٹھ رہی تھیں مگر یہ سوال سن کر نیند اڑ گئی اور اپنی بے علمی کے باوجود جواب دینا ضروری سمجھا۔ جس کا مفہوم اب آپ کو سنا سکتا ہوں۔ اور یہ سوال مجھے ہلا کر رکھ دینے کے لیے کافی تھا کہ میں اب تک اخلاقی پستیوں کا رونا رو رہا تھا مگر یہاں تو عقیدے اور ایمان کی تباہی کا ہیبت ناک منظر سامنے تھا۔ اس کی والدہ نے کہا کہ یہ بات میرا لڑکا ہر ایک سے کہتا ہے کہ خدا کہاں ہے یہ سب فضول باتیں ہیں اگر کوئی ثبوت ہے تو بتاؤ۔ بہر حال میں نے کہا جواب تو بڑا مختصر سا ہے کہ" رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ اللہ ہے واحد اور لاشریک ہے وہ اکیلا خالق ہے اور سب کائنات اسکی مخلوق ہے"! اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ بھلا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کیوں مانیں تو یہی سوال سائنس پر بھی وارد ہوتا ہے کہ ہم ان کی بات کیوں مانیں تو آپ کہیں گی انہوں نے ثابت کر دیا ہے تجربات اور نتائج سامنے ہیں مگر ان نتائج تک پہنچنے کے لیے آپ نے بارہ سال تعلیم حاصل کی ہے اگر آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے حصول میں بھی وقت لگائیں تو بات یقیناً آپ کے دل میں اتر جائے کیا آپ کی سائنسدانی کسی ان پڑھ کے لیے کوئی حیثیت رکھتی ہے۔

اگر نہیں تو آپ بھی دین کے میدان میں ایسی ہی جگہ پر کھڑی ہو کر بات کر رہی ہیں۔ بھلا یہ جرثومہ جو ترقی کر کے آدمی بنا کس نے بنایا اور اگر کوئی اس کا خالق ہے تو اسے کس نے بنایا پھر یہ سوال جاری رہے گا تاوقتیکہ کوئی ایسا وجود سامنے آئے جس کو کسی نے نہ بنایا ہو بلکہ اپنی ذات سے قائم ہو اور زمانے تک خود اس کی ذات سے وابستہ ہوں۔ وہ کسی ذات کا محتاج نہ ہو اگر یہ سرا نہ ملے تو دوسرا کوئی جواب ہی نہیں اور اگر یہی جواب ہے تو یہ ہستی ہی اللہ ہے آپ نے سائنس پڑھی تو اللہ کا کلام جو اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہ نازل فرمایا پڑھیں یہ بات کہ یہ کتاب اللہ کا کلام ہے بجائے خود بہت بڑا چیلنج ہے کہ اس کتاب کا پہلا جملہ ہی یہ ہے کہ اسمیں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ اب تو کفر کے لیے صرف ایک کام کرنا تھا کہ قرآن کی کسی بھی خبر کسی بھی کلمے یا بات کو غلط ثابت کر کے بتا دیتا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں مثلاً قرآن نے سائنس کے موضوع پر بات کی تو وجود انسانی کی تخلیق کے وہ مراحل ارشاد فرمائے جو صدیوں بعد سائنس کی سمجھ میں آسکے اور تخلیق جدید صرف اس کی تصدیق کر سکی کہ کیسے اور کتنے عرصے میں خون کی پھٹکی پھر گوشت کا لوتھڑا پھر جسمانی ساخت اور ہڈیاں اور ان پہ کھال گوشت وغیرہ چڑھتا ہے۔ اور بچہ مکمل ہو کر اسمیں جان پڑتی ہے۔ اس وقت کوئی ایکسرے مشین اور ٹیسٹ ٹیوب نہ تھی۔ اسی طرح عملی دنیا میں قرآن کی پیش گوئیاں روم کی تباہیاں ان دنوں سب کے سامنے تھی۔ قرآن نے ان کے دوبارہ غلبے کی خبر دی جو بظاہر ناممکن تھی مگر ایسا ہو کر رہا۔ مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کر رہے تھے۔ قرآن نے خبر دی اللہ آپ کو اس شہر پہ قبضہ دلائے گا۔ کیا یہ بظاہر ممکن نظر آتا تھا ہرگز نہیں مگر ایسا ہو کر رہا۔ قرآن نے خیبر کی فتح کی خبر حدیبیہ میں دی۔ جبکہ بظاہر مقابلہ ممکن نظر نہ آتا تھا۔ مگر ایسا ہو کر رہا۔ قرآن نے اس عہد میں خبر دی کہ ہر شے میں جوڑے جوڑے پیدا کیے گئے ہیں۔ سائنس بعد میں اس جگہ پہنچی کہ نباتات میں نر و مادہ ہیں۔ اور صدیوں بعد ایٹم سے پتہ چلا کہ اس کے اندر مثبت اور منفی طاقت کا جوڑا ہے۔ اگر یہ اللہ کا کلام نہ تھا۔ تو کوئی ایک بات یا اس کا کوئی پہلو جھٹلا کر ثابت کیا جا سکتا تھا مگر ایسا نہ ہو سکا۔ اور نہ ہو سکے گا۔ لہذا جہاں تک آخرت کا سوال یا ذات

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

باری پہ ایمان ہے وہ اس کو بیان کر کیوں نہ لایا جائے جبکہ سائنس کے پاس اس موضوع پر کوئی خبر ہی نہیں اور محض انکار ہے کیا اندھے کے انکار سے روشنی کو جھٹلایا جا سکتا ہے۔ اور اسلام کا یہ دعویٰ کہ لیظھرہٗ علی الدین کلہ کہ آپؐ کو مبعوث ہی اسلیئے کیا گیا ہے کہ دین حق تمام ادیان باطلہ پر غلبہ حاصل کرے کیا اس دور کے تاریخی پس منظر کے اعتبار سے کوئی معمولی بات ہے؟ ہرگز نہیں ہر طرف ظلم و جور اور کفر و شرک نے تباہی مچا رکھی تھی اور فحاشی اور اخلاقی بے راہ روی ان حدوں کو چھو رہی تھی جن کا تصور محال ہے۔ مگر کیا یہ تاریخی حقیقت نہیں کہ نزول کتاب کی تکمیل کے بعد ربع صدی کے اندر اندر دنیا سے کفر کی ظلمت ہٹ کر نور توحید پھیل چکا تھا۔ اور بڑے بڑے جابر و ظالم جن میں قیصر و کسریٰ جیسے بظاہر بہت ہی طاقتور حکمران شامل تھے۔ اپنے ظلم کی بساط لپیٹ کر صفحہ ہستی سے رخصت ہو چکے تھے عدل و انصاف اور امن و سکون کا وہ سماں کہ چشم فلک نے اسکی نظیر نہیں دیکھی اور تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی کیا اسلام کے ہونے پہ گواہ نہیں۔ آپ نے سولہ برس محنت شاقہ کر کے سائنسدان کی بات سمجھی ہے اگر یہی بات ان پڑھ سے کہو تو آپ کو بیوقوف سمجھے گا۔ اسی طرح کچھ وقت تعلیمات اسلام اور برکات نبویؐ کے حاصل کرنے میں بھی لگائیں تب بات سمجھ میں آئے گی ورنہ اس ان پڑھ کی طرح آپ دین پر عمل کرنے والوں کو احمق سمجھتی رہیں گی۔

اللہ کی عبادت ایسے کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے یا کم تر یہ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے اگر تمہیں بھی کسی اللہ کے بندے کی مجلس نصیب ہو اور کسب حال کر سکو تو دیکھ بھی سکو گی کہ نظر نہیں آتا مگر میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ چھو نہیں سکتی مگر وہ میرے پاس ہے بہت ہی قریب رگ جاں سے قریب تر بہر حال رات بیت رہی تھی تقریباً ڈیڑھ بج رہا تھا اور شاید میں ساری بات نقل نہ کر سکا ہوں گا۔ مگر وہ بھی کافی حد تک مطمئن ہو چکی تھی۔ اور اس کی آنکھوں میں مسرت کی چمک نظر آتی تھی۔ جو اس بات کی دلیل تھی کہ وہ اپنا عقیدہ کھونا نہ چاہتی تھی جو اس کے ہاتھ سے چھوٹ رہا تھا۔ مگر بحمد اللہ اب پھر اسکی گرفت مضبوط ہو رہی تھی۔ اور وہ کہنے لگی آپ اللہ سے ہمارے لیے دعا کیجیے وہ ہماری حفاظت فرمائے۔ ہم صبح ۵ بجے سفر پہ نکلے تھے اور اب رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ گویا ساڑھے بیس گھنٹے گزر چکے تھے، لہذا بے دم ہو کر پڑ رہا اور ابھی سو نہ پایا تھا کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ نماز ادا کر کے دو گھنٹے سونے کو ملے اور ناشتہ کر کے ۸½ بجے وہاں سے نکلے گھنٹہ بھر سفر میں اور تین گھنٹے ہیتھرو ایئرپورٹ پر لگ گئے جگہ جگہ کاغذات کی پڑتال، سامان کی تلاشی اور بے شمار تحقیقات، کہ جب سے امریکہ کا جہاز گرا ہے بہت سختی ہو گئی ہے۔ پھر ساڑھے سات گھنٹے کی پرواز جس کا حال لکھا ہے اور تین گھنٹے کینیڈی ایئرپورٹ پر کلیئر ہونے اور سامان کی تلاشی وغیرہ کرانے میں لگ گئے اس طرح کوئی اٹھارہ انیس گھنٹے کی کشمکش کے بعد ہم لندن سے نیویارک پہنچ چکے تھے۔ لندن جہاں کی زیر زمین ریلوے کا تذکرہ نہیں کر سکا۔ جو دنیا کی بہترین ریلوے ہے۔ اور ماموں اسی میں انسپکٹر کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ شہر کے نیچے اس کا جال بچھا ہوا ہے۔ ایک منزل نیچے پھر اس کے نیچے ایک اور منزل جس پر خوبصورت ٹرینیں دوڑتی پھرتی ہیں بہت سستی اور تیز رو سواری ہے۔ سستی ایسے کہ آپ پلیٹ فارم پہ اتریں تو ٹکٹ لے کر اندر داخل ہو سکیں گے پھر آپ کی ہمت کہ زیر زمین کب تک قیام ہے اور کتنا سفر کر سکتے ہیں۔ جب تک پلیٹ فارم کے گیٹ سے باہر نہ آئیں دوبارہ ٹکٹ کی ضرورت نہیں اور تیز رفتار گاڑی کے ہر ڈبے میں پورے زیر زمین سسٹم کا نقشہ لگا ہوا ہے۔ آپ پوری رہنمائی پا سکتے ہیں۔ دوسرے نمبر پہ یہاں نیویارک کی زیر زمین ریلوے ہو سکتا ہے۔ باقی تفصیل اس کے تذکرے میں کر سکوں گا۔ ان سب باتوں کے باوجود برطانوی مسلمانوں میں جذبے کی شدت بھی ہے اور نئی نسل میں بھی ایک نوجوان تنظیم ابھر رہی ہے۔ جو اسلام کی خدمت خلوص دل سے کرنے کے تمنائی ہیں اور ان سے بہت سی امیدیں اس امید پہ وابستہ کی جا سکتی ہیں کہ اللہ انہیں درست قیادت عطا فرمائے۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ اگرچہ میں نے بہت سی ناگوار باتیں لکھی ہیں مگر میں اس معاشرے کے اصلی چہرے سے نقاب اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ وہ اس قدر بھیانک ہے کہ صرف دیکھا جا سکتا ہے۔ بلکہ دیکھنا بھی محال ہے۔ بتانا ممکن نہیں نہ ہی کسی کو یقین

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

آئے گا۔ آج یہاں مین ہٹن جانا ہوا جہاں کینیڈا کے سفار تخانے سے ویزہ حاصل کرنا تھا۔ اور پھر کچھ وقت آرام کیا اب امریکہ کی کچھ باتیں اور کینیڈا کا کچھ حال تو ضرور لکھوں گا۔ انشاءاللہ۔ مگر شاید مزید تعاریر نقل نہ کر سکوں کہ کام کے اوقات بہت زیادہ ہیں اور لکھنے کی فرصت نہ مل سکے گی۔ نیز بہت لکھ دیا ہے یہ مہینہ بھر اوسطاً سولہ سے اٹھارہ گھنٹے روزانہ کام کرنے کا سلیس ہے جسمانی نقاہت اور بیماری اس کے سوا ہے لہٰذا اب شاید اپنی مصروفیات میں سے کم از کم لکھائی کو کم کر دوں گا اللہ کریم معاف فرمائیں اور دین ہی کی خدمت پہ دم نکلے آمین۔

۳۔ جون۔ امریکہ

اس کی تہذیب، امریکہ اور اس کا اقتصادی نظام امریکہ اور کینیڈا کے چشم دید حالات یہ سب کچھ ضرور لکھتا۔ مگر ان کا چہرہ اتنا مکروہ۔ اتنا گھناؤنا اور اس قدر شرمناک ہے کہ لکھنے کی جرأت نہیں پا رہا۔ اور میں نہ شاعر و ادیب ہوں نہ دانشور کہ اخلاقی پستیوں کو حسن و عشق کے فسانوں میں سجا کر ان کے برہنہ جسم پہ سے اخلاقی جذام کے گہرے گھاؤ ڈھانپ دوں میں نے نہ لکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ شاید یہ میری کمزوری ہے۔ میں لکھ نہیں سکتا۔ برطانوی تہذیب پہ چند صفحات لکھ کر کاٹ دیئے ہیں حالانکہ یہ وہ مناظر تھے جو سر راہ نظر آتے ہیں۔ پس دیوار کیا ہوتا ہو گا۔ یا لب دریا کا منظر کیا ہو گا۔ اندازہ کر لیجئے۔ اخلاقی پستیوں اور تہذیب کی برہنگی میں امریکہ کینیڈا اور فرانس ڈنمارک، ہالینڈ، سویڈن وغیرہ برطانیہ سے بہت آگے ہیں۔ بلکہ برطانیہ ان ممالک کے مقابلے میں ایک پینڈو منظر پیش کرتا ہے۔ اور بہت پسماندہ نظر آتا ہے۔ یہاں نیویارک میں واشنگٹن کی خبر ہے کہ پارلیمنٹ کے سپیکر نے اخلاقی الزامات کی بنیاد پر استعفیٰ دے دیا ہے جبکہ صدر، نائب صدر اور پورے ملک میں تیسرا بڑا عہدہ سپیکر کا ہوتا ہے۔

(باقی آئندہ)

پروگرام ماہ دسمبر ۸۹ء

ہفتہ ۔ ۲	روانگی برائے کراچی	از اسلام آباد	قیام ۶ رات	زیر اہتمام کرنل محبوب خاں صاحب
جمعرات ۔ ۷	" " ڈھاکہ	" "	" ۵ رات	" مزمل حق صاحب
منگل ۔ ۱۲	" " کراچی	" "	" ۱ رات	
بدھ ۔ ۱۳	" " اسلام آباد	مراجعت منارہ		

نوٹ :- عمرہ ۱۹۹۰ء کے لیے روانگی انشاءاللہ اسلام آباد سے ۲ جنوری ۱۹۹۰ء ہو گی۔ جو احباب اس سفر میں حضرت دامت برکاتہم کی معیت کے خواہاں ہوں وہ اپنے نام بمعہ پاسپورٹ، شناختی کارڈ، ۴ عدد فوٹو ۱۵-۱۱-۸۹ آخری تاریخ تک بھجوا دیں۔ ریال کی اگر ضرورت ہو تو ۲۰ ہزار کا ڈرافٹ ورنہ ۱۵۰۰۰/- کا ڈرافٹ ہمراہ بھجوا دیں۔

مطلوب حسن

اویسیہ سوسائٹی۔ PO-BOX 5126 ماڈل ٹاؤن لاہور

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

سوال آپ کا

جواب شیخ المکرم کا

سوال :۔ عوام الناس کی مجلس میں جانا چاہیئے یا نہیں۔ ارشاد فرمایئے؟

جواب :۔ میرے بھائی لوگ ہوتے ہیں دو طرح کے دنیا میں ہر شخص دو میں سے ایک قسم کا ہے۔ ایک وہ لوگ ہوتے ہیں جو بُری مجلس میں بیٹھیں تو اپنا نقصان کرتے ہیں، ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے انکے لیے اس میں جانا حرام ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو بدکاروں کے پاس بیٹھیں تو ان کے سامنے کم از کم بدکار برائی سے رک جاتے ہیں۔ اپنی اپنی حیثیت ہوتی ہے۔ اپنا اپنا علم ہوتا ہے بلا اپنا اپنا ایک مقام ہوتا ہے۔ اپنے اپنے علم کی بات بھی ہوتی ہے تو جس آدمی کی یہ حیثیت ہو کہ اس کے پاس اگر کوئی بُرا آدمی آکر بیٹھے یا وہ کسی بری جگہ پر چلا جائے تو لوگ کم از کم اس کے سامنے برائی سے رک جاتے ہیں۔ اس کے لیے لوگوں سے ملنا فرض ہوتا ہے وہ لوگوں سے ملے اور ان سے دین کی بات کرے اور ان تک دین پہنچائے اور جس آدمی کو خود اپنے نقصان کا اندیشہ ہو اور ان میں پھنس کر اپنے بگڑنے کا خطرہ ہو اس کے لیے ان سے نہ ملنا ضروری اور ملنا حرام ہوتا ہے کہ وہ ملکر اپنا نقصان نہ کر لے۔ بڑی سادہ سی اصول کی بات ہے۔ کیونکہ دوسروں کی اصلاح کے لیے آپ اپنا دین نہیں چھوڑ سکتے۔ اپنا دین محفوظ کر کے دوسرے کو دین پہنچانا یا دوسرے سے عمل کرانا مقصود ہے۔ اپنا بھی چھوڑ دے گا تو دوسرے سے کیا کرائے گا۔ اس لیے محققین فرماتے ہیں کہ جو شخص عام آدمیوں سے ملے اور خود اپنے اعمال میں اس پر سستی وارد ہونی شروع ہو جائے اس کا نہ ملنا بہتر ہے اب لوگ مجھ پہ اعتراض کرتے ہیں۔ آپ کے پاس ہر قسم کے لوگ آتے ہیں۔ میں کہتا ہوں میرے پاس آتے ہیں اگر بُرے لوگ بھی آتے ہیں تو جتنی دیر میرے پاس بیٹھتے ہیں کم از کم وہ وقت تو ان کا برائی سے بچ جاتا ہے۔ ہم تو بحمد اللہ برائی کی طرف نہیں لے جاتے جو وقت وہ یہاں گزارتے ہیں وہ تو برائی سے بچ جاتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کے لیے فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگوں سے نہ چھپیں ان سے ملیں تاکہ کسی کا بھلا ہو کسی کا فائدہ ہو کسی تک بات پہنچے۔

سوال :۔ لوگوں کے پاس بیٹھنے سے بعض اوقات نحوست ہوتی ہے۔ وضاحت فرمایئے؟

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

جواب :۔ لوگوں کے پاس بیٹھنے سے بعض اوقات نحوست نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ ہوتی ہے۔

آپ عام مجلس میں وعظ کریں۔ تو دل پر نحوست آجاتی ہے کیونکہ آپ تو دین کی بات کر رہے ہیں۔ لیکن سننے والوں کے قلوب سے جو کچھ اٹھ رہا ہے اس کا اثر آپ پر بھی ہو گا۔ یہاں بھی کلیہ وہی ہے جس میں قوت برداشت ہو وہ کرے اور مبتدی جو ہوتے ہیں انہیں بچنا ضروری ہوتا ہے ہم تو جب لطائف سیکھتے تھے تو ہمارے لیے یہ قانون تھا کہ ہم فرض یا جماعت پڑھ کر سنت اور نفل جماعت سے بھی الگ پڑھا کرتے تھے لوگوں سے نہیں ملتے تھے لیکن اس وقت یہ تھا کہ ہم ذرا ڈھیٹ قسم کے تھے ہم جھیلتے رہتے تھے لیکن آپ پر یہ پابندی لگیں تو آپ ذکر ہی چھوڑ دیں اس لیے کہتے ہیں کہ ذکر چھڑانے سے بہتر ہے انہیں تھوڑا آزاد ہی رہنے دو۔

سوال :۔ کیا تبلیغ ہر مسلمان پر واجب ہے؟

جواب :۔ واجب اس وقت ہے جب اس میں استطاعت بھی ہو۔ جس کام کی ہمت ہی نہ ہو وہ تو واجب نہیں ہے ایک آدمی اٹھ ہی نہیں سکتا تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا اس پہ کیسے فرض ہے جس کام کی ہمت نہ ہو۔ طاقت نہ ہو وہ واجب نہیں ہوتا۔ جتنی ہمت یا جتنی طاقت ہو۔ اتنا واجب ہوتا ہے۔ جس کی آپ طاقت نہیں رکھتے اس کے آپ مکلف نہیں ہیں۔ یہ جو ہے نا قلب پر نحوست کا آجانا یہ مبتدی کے لیے ہوتا ہے۔ جب تک وہ لطائف یا مراقبات ثلاثہ وغیرہ کرتا ہے تو جب فنا بقا سے آگے نکل جائے تو اس میں اتنی قوت برداشت آجاتی ہے۔ پھر اس کا ایک اور قاعدہ ہے کہ آپ جب مغرب کا ذکر کرتے ہیں تو دن بھر کی سیاہی چھٹ جاتی ہے۔ سحری کو اٹھ کر ذکر کریں تو اس میں آپ کو اضافہ ملتا ہے۔ اب اگر آپ مجاہدے میں کمی کریں اور اس ساری کمی کو لوگوں سے ملنے پر لگا دیں تو یہ زیادتی ہے۔ دیکھیں نا لوگوں سے تو آپ اپنے دنیوی کاموں میں بھی ملتے ہیں، چھوڑ تو نہیں دیتے، کاشتکار اپنے کاروبار میں، دکاندار اپنے کاروبار میں، فوجی اپنے کاروبار میں، وقتی اپنے کاموں کے لیے۔ تو ہم ملتے ہیں تو اگر دین کے سلسلے میں بھی ملیں گے تو وہی کچھ ہو گا۔ اس کا اصل علاج تو یہ ہے کہ ہم اپنے معمولات میں باقاعدگی بھی کریں اور اس مجاہدے کو مجاہدہ سمجھیں، لطائف جو ہیں یہ مجاہدہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جدوجہد کیجئے، جتنی ہمت ہے اتنی محنت سے، جتنا وقت ہے، جتنی فرصت ہے اتنی تو لطائف پہ لگائی جائے۔ مغرب کا ذکر، دن بھر کی ظلمت کو دھو دیتا ہے۔ آپ ذکر کرتے کرتے سو جاتے ہیں۔ وہ تازگی رات بھر برقرار رہتی ہے۔ سحری کو ذکر کرتے ہیں تو اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ عموماً ہوتا یہ ہے کہ ہم مجاہدے میں سستی کرتے ہیں تو بہانے تراشتے ہیں کہ بس جی یہ کرنے سے وہ ہو گیا۔ میں نے تو یہ دیکھا ہے کہ جو دنیا کا نالائق آدمی ہے۔ جہاں نقصان ہو وہ کہتا ہے بس جی میں نماز پڑھتا تھا اس لیے میرا نقصان ہو گیا میں ذکر کرتا تھا اس لیے ہوا۔ ہوتا وہ خود نالائق ہے۔ ہم نے ساری عمر ذکر میں گزاری اور بحمد اللہ ساری زندگی کامیاب بسر کی ہے، کہیں نقصان نہیں ہوا ہے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک، ایک عام آدمی سے لیکر بڑے سے بڑے حکمران تک کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے ہیں۔ کبھی ہمیں دین کی وجہ سے ناکامی نہیں ہوئی بلکہ ایک قوت اور ایک ایسا غلبہ ملا ہے کہ جن کے ناموں سے سلطنتیں کانپتی ہیں ہم انہیں ذرہ بھر حیثیت نہیں دیتے۔ روئے زمین تک کسی نے روکا نہیں ہے۔ عجیب بات ہے، میں پوری دنیا پھرتا ہوں کبھی کسی کسٹم والے نے میرا سامان تک تلاش نہیں کیا، جانتے تک نہیں، پھر بھی جہاں جاؤ کہتے ہیں جی اپنا سامان لے جاؤ۔ اللہ کی حکمت ہے یا دین کی برکت ہوتی ہے وہ لوگ جانتے تک نہیں واقف نہیں۔ ساری دنیا کا وہ ایک ایک چیز نکال کر، کپڑا تک دیکھ رہے ہیں۔ لیکن وہ کہتے ہیں جی آپ اپنا سارا سامان اٹھوا لے جائیں۔ ہم میں کمزوری یہ ہے کہ جو ذاتی کمزوریاں ہیں ان کو بھی ہم دین کے ذمے لگا دیتے ہیں۔ کہ یہ جی دین کی وجہ سے مجبور آرہا ہے حالانکہ اصل ہوتا یہ ہے کہ ہم مجاہدہ پوری طرح نہیں رکھتے۔ باقاعدگی سے شام اور سحری کا ذکر کیا جائے تو شام کا ذکر دن بھر کی کوفت صاف کر دیتا ہے سحری کے ذکر سے مزید ترقی ہوتی ہے۔

سوال :۔ اللہ کی طرف سے رحمت کب اور کیسے ہوتی ہے؟

جواب :۔ یہ ظاہر بات ہے کہ اللہ کی طرف سے اور بندے کی طرف سے یہ معاملہ ہوتا ہے جانبین کی طرف سے رحمت ہے میرے بھائی دو طرح سے۔ ایک رحمانیت اور ایک رحیمیت ہے۔

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

دونوں رحم سے مشتق ہیں رحمانیت رحم عامہ وہ ہے جس میں حیات اور دنیوی رزق اور ایک مخصوص وقت تک کے لیے صلاحیتیں عقل و علم جو بلا امتیاز مومن و کافر انسانوں حیوانوں سب کو تقسیم ہوتی ہیں ۔ یہ ایک خاص وقت تک کے لیے ہے اگر کوئی ذکر کرے نہ کرے انسان کو یہ چیز ملتی رہے گی لیکن حیوان یا پتھر یا درخت ذکر چھوڑ دے تو اسی سے یہ بھی بند ہو جائے گی ۔ انسان کے علاوہ جو مخلوق ہے اس کے لیے چونکہ یہ ہے ہی رحمت عامہ نہ زمین کا ہمیشہ رہنا ہے نہ اس آسمان کا ہمیشہ رہنا ہے ۔ نہ ان چاند ستاروں کو ہمیشہ رہنا ہے نہ اس کی تخلیق کو ۔ اگلی دنیا کی تخلیق اپنی ہے ۔ جنت کی اپنی مخلوق ہے ، دوزخ کی اپنی مخلوق ہے ۔ یہ درخت یہ پہاڑ یہ دریا یہ سمندر یہ جانور یہ اس دنیا کے لیے ہیں ۔ جب یہ دنیا ختم ہو گی ختم ہو جائیں گے چونکہ ان چیزوں کے لیے ہے ہی وقتی حیات تو اگر یہ چیزیں ....

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ، کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ کا ذکر نہ کرتی ہو ۔ اگر ان سے ذکر چھوٹ جائے تو وہ رحمت عامہ کٹ جائے یعنی ان کا وجود ہی ختم ہو جائے ۔

رہا انسان تو انسان تک وہ رحمت پہنچتی رہتی ہے اس کا وجود باقی رہتا ہے ۔ زندگی رہتی ہے ۔ کیونکہ انسان تخلیق کے بعد سے اسے ہمیشہ کے لیے بنا دیا ہے ۔ لیکن وہ انسانی سطح یا اس کا وہ درجہ جس پر اسے تخلیق کیا گیا ہے وہ ہے رحمت خاصہ کو چاہنے کا جسے پانے کے لیے ادھر سے رحمت ہر آن لپکتی ہے ۔ قبول کرنے کے لیے اس کا ذاکر ہونا شرط ہے اگر اس کا دل غافل ہے تو یہ قبول نہیں کرتا یہ نہیں کہ اُدھر سے دروازہ بند ہے جب تک یہ زندہ ہے اس طرف سے دروازہ کھلا ہے ۔ لیکن اس کو پانے کے لیے ، اپنے آپ کو اس کا مستحق قرار دینے کے لیے ، اس میں قبولیت کی استعداد بھی تو ہو ۔ تو اس میں جو استعداد پیدا ہو گی یہ اس کی کثرت ذکر سے ہو گی ۔ اس لیے پہلے اللہ کریم نے اسے کثرت ذکر کا حکم ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا : اس کے بعد اس طرف کا ذکر فرمایا ۔ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ : اسی لیے ذکر کرو کہ اس طرف سے بارش برس رہی ہے تو تم اپنے آپ کو عدم ذکر کے خول سے نکال کر ذکر کی وجہ سے باہر کچھ کھلی بارش میں لے آؤ تاکہ تمہارا دامن بھی تر ہو ۔ اگر انسان اس سے محروم رہے گا تو معاشرے میں عام دیکھنے کی بات ہے کہ کتنا وعظ ہوتا ہے کتنی تبلیغ ہوتی ہے کتنی تحریری تبلیغ ہوتی ہیں ۔ لیکن عملی زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا اس لیے کہ لوگ ذاکر نہیں ہیں ۔ دل ذاکر نہیں ہیں ۔ اب تبلیغ چونکہ پہلے کی نسبت کروڑوں گنا زیادہ ہوتی ہے جلسے ہوتے ہیں وعظ ہوتے ہیں ، اخباروں میں ریڈیو میں لوگ حج کرتے ہیں ۔ کیا فرق پڑتا ہے ۔ عملی زندگی میں فرق نہیں لیکن آپ ذکر کرنا شروع کر دیں آپ کو ایک توجہ نصیب ہو جائے تو آدمی کی زندگی ایک توجہ میں بدل جاتی ہے ۔ سوچنے کا انداز بدل جاتا ہے ۔ آدمی کا مثبت سفر شروع ہو جاتا ہے ، مثبت سفر جو ہے یہ دلیل ہے اس رحمت کو وصول کرنے کی ۔

سوال :- دوسری جماعتیں مثلاً تبلیغی جماعت وغیرہ بھی کام کر رہی ہیں تو ہماری جماعت کو کیا ترجیح ہے ؟

جواب :- ہم اپنے آپ کو ترجیح نہیں دیتے ، نہ ہمارا یہ مسلک ہے کہ ہم بہت بہتر ہیں اور دوسرے نہیں ہیں بلکہ ہماری ذاتی تحقیق اور تجربہ جو ہے اس نے ہمیں اس نتیجے پر پہنچایا ہے کہ دوسری جماعتیں بھی جب تک ذکر قلبی نہیں کرتیں جو کچھ وہ کر رہی ہیں وہ دنیاداری رہ جاتی ہے دین کا عنصر اس میں دب جاتا ہے یہ ہمارا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ ایسا ہوتا ہے ۔ اور یہ ہونا چاہیے کہ جب تک قلب ذاکر نہ ہوں اور عقل سے آپ دین کا کام بھی کریں تو عقل الٹی میٹ ریزلٹ دنیا کا دیتی ہے آپ کسی کو ساری عمر پڑھاتے رہیں وہ مولوی بن جائے گا وعظ کرنے تقریر کرنے جائے گا ۔ تو ثواب کی نسبت پیسوں کا حساب زیادہ کرے گا ۔ کہ مجھے ملا کیا اتنا تو میں نے سفر کیا اتنے میں نے دھکے کھائے مجھے اس کا ملا کیا اور یہی حال میرے اردگرد جہاں تبلیغی دوست ہیں نے جن کا مشاہدہ کیا ہے ان کا میں نے یہ پایا ہے کہ وہ اپنے طور پر جمع تفریق کرتے رہتے ہیں کہ اتنے چلے لگائے اتنا ثواب ہو گیا ۔ لیکن اس ثواب کو اپنی عملی زندگی میں اپلائی نہیں کرتے جو عملی زندگی ہے یا جو لین دین کی زندگی ہے جو خانگی یا گھریلو زندگی ہے ۔ اسمیں وہ تمیز نہیں کرتے ۔ اسے صحیح نہیں کرتے ۔ برطانیہ سے کچھ لوگ تبلیغ کے لیے چلے گئے تھے اور بچوں کو کہہ گئے تھے کہ وہ برطانوی حکومت سے خیرات لے لیں یہ لکھوا کر کہ ہمارا میاں گھر نہیں ہے

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

ہمارے کھانے کا بندوبست کیا جائے تو کئی سال اسی طرح سے کام چلتا رہا۔ پچھلے سال میں گیا تو معلوم ہوا کہ حکومت کو پتہ چل گیا ہے۔ انہوں نے امداد بند کر دی ہے کہ بھوکے رہو۔ وہ کیوں گئے۔ تبلیغ پر۔ پہلے تو وہ دے دیتے تھے۔ اب یہ شرعاً تو جائز نہیں ہے کہ بچے تو کافر سے خیرات مانگیں اور آپ تبلیغ کریں۔ شرعاً یہ کہاں ہے تو اگر قلب ذاکر ہے تو ایسی چیزیں عملی زندگی میں نہیں آتیں۔ اور یہ میرا اپنا ذاتی تجربہ ہے میں نے دیکھا ہے اچھے لوگ بھی ہیں لیکن جب تک قلب ذاکر نہ ہو وہ بات نہیں بنتی۔ جو دل سے پیدا ہوتی ہے۔ ہمارے سامنے ساری دینی جماعتوں کی تاریخ موجود ہے۔ ان کی ابتدا بھی ہے اٹھان بھی ہے اور انتہا بھی ہے ہم نے بڑی بڑی جماعتوں کو دیکھا ہے کیا کیا ہے۔ کسی نے سوائے بڑے بڑے دعووں کے۔ بڑے بڑے جلسوں کے عملی طور پر کچھ نہیں ہوا۔ لوگ خود نہیں بدلتے۔ ویسے کے ویسے رہتے ہیں۔ پریکٹیکل لائف میں تو بدلتے نہیں۔ لٹریچر میں بدل گئے یا دعوے میں بدل گئے تو کیا بدلا اس لیے ہمارے اپنی تحقیق یہ ہے کہ وہ لوگ ہمارے ساتھ بیشک شامل نہ ہوں اگر وہ اپنے طور پر ذکر قلبی کو اپنا لیں تو وہ وہاں بھی مثبت نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔ تبلیغ کرو یا تسبیحات پڑھو جہاد کرو جہاں بھی جاؤ ذکر قلبی بنیادی ضرورت ہے یہ شروع کر لو تو جو کام بھی کر رہے ہو اس میں برکت ہو گی۔ اس میں وہ خلوص اور للٰہیت آجائے گی۔ یہ اس لیے نہیں کہ ہم کرتے ہیں یہ اس لیے کہ اس کی ضرورت ہے سب کو ضرورت ہے۔ ہمارے ساتھ نہ آئیں جہاں سے ملتا ہے وہاں سے حاصل کر لیں لیکن یہ کریں ضرور۔ ہم تو پیر ویر نہیں ہیں لیکن یہ ذکر قلبی جو ہے یہ بہر حال بنیادی ضرورت بھی ہے۔ اور پیر ویر بھی ہے کہ اللہ اسم ذات ہے اور اس میں جو تجلیات اور قبولیت کی استعداد ہے وہ اس کی اپنی ہے اور میرا اپنا جو خیال ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے اوراد و ظائف سنت میں ارشاد فرمائے ہیں حضور کے مخاطب تو سارے صحابہ تھے۔ اور صحابہ جتنے ہیں انکے بارے قرآن حکیم خبر دیتا ہے۔

ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ

ان کی تو کھال سے لیکر دل تک ہر ذرہ وجود ذاکر تھا تو میری ذاتی تحقیق یہ ہے کہ مسنون وظائف سے بھی کما حقہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے قلب کا ذاکر ہونا ضروری ہے چونکہ وہ سارے لوگ ذاکر تھے جنہیں حضورؐ نے وظائف بتائے تو ہم نے وہ بنیاد تو چھوڑ دی اور کہتے ہیں کہ ہم وہ تسبیحات پڑھ لیں اور وہ نتائج نکلیں جن کا وعدہ حدیث میں ہے۔

لیکن بھائی ایک گولی، ایک بلٹ ہے تھری ناٹ تھری کی بندوق میں فائر کرنے کے لیے آپ کے پاس بتیس بور کا پستول ہے آپ کہتے ہیں، یہ گولی تھری ناٹ تھری کی ہے اس میں فائر ہو کر نشانہ تک جائے تو وہ کیسے جائے گی۔ بنیادی طور پر جس چیز میں آپ اسے فٹ کرنا چاہتے جس فیگر میں آپ اسے چلانا چاہتے ہیں وہ بھی تو اس سائز کا ہو۔ آپ تسبیحات پڑھتے ہیں۔ اگر آپ کا وجود ذاکر نہیں تو کم از کم دل تو ذاکر ہو تو چونکہ جن لوگوں کو حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو حضور کے مخاطب تھے ان کے وجود کا تو ذرہ ذرہ ذاکر تھا۔ جو میری سمجھ میں بات آتی ہے "ان میں مبلغ بھی تھے مجاہد بھی تھے فاتح بھی تھے سیاستدان بھی تھے تاجر بھی تھے۔ اور زندگی کے ہر میدان میں کامیاب تھے۔ اس لیے کہ ان کے وجود کا ہر ذرّہ ذاکر تھا۔ اور نور نبوت سے براہ راست منور تھے ہم کہتے ہیں کہ ہم وہ باتیں یاد کر لیں اور وہ کیفیات حاصل ہوں۔ نتائج تو کیفیات پر ہوتے ہیں۔ نتائج باتوں پر تو نہیں ہوتے جو رزلٹ ہوتا ہے وہ کیفیت پر ہوتا ہے "۔ نتیجہ تو کیفیت پر ہوتا ہے نا نتیجہ بات پر تو نہیں ہو گا۔ بہر حال اپنی اپنی تحقیق بھی ہے رائے بھی ہے کسی دوسرے کو اس سے مختلف رائے رکھنے کا حق حاصل ہے۔ ہم انکار تو نہیں کرتے۔ ہاں اپنی رائے کا اظہار ہی کرتے ہیں جو ہمارے سمجھ میں آتی ہے بات۔ جسے ہم مفید سمجھتے ہیں لوگ کہتے ہیں۔ بارہا تلقین کرتا رہتا ہوں کہ کسی پر بیجا تنقید نہ کی جائے جو بھی دین کا کام کر رہا ہے الحمد اللہ جتنا بھی کر رہا ہے، کچھ تو کر رہا ہے اسے کرنا چاہیئے۔ تبلیغ کرتا ہے یا لکھتا ہے یا کسی کو کوئی نماز پڑھاتا ہے جو کچھ کر رہا ہے کر تو رہا ہے۔ نہ کرنے سے تو بہر حال بہتر ہے لیکن وہ اگر وہ اس کے ساتھ یہ بھی ملا لے تو بھی اچھا ہے اگر یہ ساری جماعتیں اللہ اللہ کرتیں تو ہم پر بدمعاش حکومت نہ کرتے دینداروں کی حکومت ہوتی۔ چونکہ اللہ اللہ کرنے والے چند لوگ ہیں اور کروڑوں نفوس اس سے بیگانہ ہیں اسطرح نتائج اسطرف چلے جاتے ہیں جو اس سے بیگانہ ہیں

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

وسیلہ

حضرت مولانا محمد اکرم

محبت سے جڑ جانا

فلاح کا ذکر جب ہم قرآن حکیم کی اصطلاح میں کرتے ہیں تو اس کا معنیٰ بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ ورنہ تو فلاح کا معنیٰ ہوتا ہے کامیاب ہو جانا لیکن حبیب اللہ کریم کسی کو نوید کامیابی سناتے ہیں تو چونکہ فرد اپنی ذات سے لیکر گھریلو اور خانگی امور سے لیکر قومی ملکی دنیوی اور پھر دنیا کے بعد موت اور پھر مابعد الموت اور برزخی اخروی امور تک ہر حال میں اللہ جل شانہٗ کا محتاج اور اسی کی رحمت کا امیدوار ہوتا ہے کہ جس موقع پر بھی کسی کو اللہ کی طرف سے کامیابی کی نوید سنائی دیتی ہے یا قرآن حکیم میں فلاح کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ تو اس سے مراد ان تمام مراحل پر کامیابی ہوتی ہے۔ یعنی جن شرائط کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا ہے اگر کوئی ان شرائط کو پورا کرے تو ان تمام امور میں اپنی ذاتی زندگی میں اپنی انفرادی زندگی میں اپنی گھریلو زندگی میں اپنی خانگی زندگی میں اپنی قومی زندگی میں ملکی اور سیاسی زندگی میں زندگی اور موت میں موت کے طویل عرصہ میں برزخ کے نامعلوم راستوں میں اور میدان حشر کے ہولناک دن میں ہر جگہ وہ مستحق کامیابی کی ہوتا ہے بشرطیکہ وہ ان امور میں پورا اترے۔

سب سے پہلے تو خطاب ہی ان لوگوں کو ہے۔ جنہیں ایمان نصیب ہے۔

ایمان نرا کلمہ پڑھ لینے سے درست نہیں ہو جاتا ایمان نام ہے ان باتوں کو جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں تہہ دل سے قبول کر لینے کا نام۔ انہی کو ضروریات دین کہا جاتا ہے۔ اگر ان باتوں میں سے جنہیں ضروریات دین کہا جاتا ہے جن کی علماء نے فہرست دی ہے۔ مثلاً آخرت ہے۔ فرشتے کا وجود ہے موت بعد الحیات ہے، عذاب ثواب ہے۔ برزخ ہے جنت ہے اور دوزخ ہے۔ اسی طرح سے ایک فہرست ہے جنہیں ضروریات دین کہا گیا ہے۔ اگر ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرتا ہے تو وہ ایک انکار سارے دین کے انکار کے برابر سمجھا جائے گا۔ صرف زبان سے اس کا کلمہ ادا کر لینا کافی نہیں ہو گا۔ کیونکہ اللہ کی الوہیت کی خبر بھی سوائے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے یا سوائے انبیاء و رسل کے کہیں سے نہیں ملتی۔ اللہ کی ذات کے ساتھ اس کی صفات کی خبر بھی سوائے انبیاء رسل کے کہیں نہیں ملتی۔ اب جو صفات نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

نے اللہ کے لیے ارشاد فرمائی ہیں۔ ان میں سے کسی صفت کو اللہ کیلئے نہیں مانے گا تو اس نے انکار کر دیا یا اللہ کے لیے بھی مانے گا اور اللہ کے ساتھ کسی دوسری ہستی کے لیے بھی مانے گا تو بھی انکار کر دیا۔ ماننے کا حق ادا نہ ہوا۔ تو اسطرح سے یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا کو وہ لوگ پہنچتے ہیں جن کے عقائد درست ہیں۔

ایمانیات ہیں جنہوں نے اپنی اصلاح کر لی ہے اور یہ بات یاد رکھیں کہ ہر بات کے صحیح ہونے کی دلیل ایک ہی ہے کہ وہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک صحیح پہنچتی ہے یا نہیں، صرف ہمارے پاس صحت کی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جتنی تحقیق ہوتی ہے یا جتنی اس میں چھان بین ہوتی ہے وہ اس راستے کی ان ذرائع کی ہوتی ہے جو اس بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک لے کر جاتے ہیں کہ یہ ذرائع کیسے ہیں۔ قابل اعتبار ہیں یا نہیں یہ لوگ کیسے ہیں جس نے بات کی ہے یہ شخص کیسا ہے۔ اس نے وہ زمانہ یا عہد پایا یا نہیں۔ جس کی بات کر رہا ہے۔ لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ارشاد فرمائی ہوئی ہے تو اس کے حق ہونے میں کوئی شک نہیں۔

اب جب عقائد درست ہو گئے۔ تو فرمایا جب ایمان درست ہو تو تم ہی بتاؤ کہ جن اوصاف سے متصف جن کمالات کا مالک جس رحمت مغفرت اور شفقت کا حامی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ کو۔ بیان فرمایا اور تم نے قبول کیا ہے وہ سب چیزوں کا خالق ہے۔ مالک ہے رازق ہے۔ پروردگار ہے اگر یہ سب کچھ تم نے مان لیا ہے تو پھر کیا اللہ چھوڑ دینے کے قابل ہے اگر تمہارا عقیدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی باتوں کے مطابق ہے تو اللہ کے جو اوصاف اللہ کے جو کمالات اس کے رسول نے بیان فرمائے ہیں اس کے مطابق چند ذرات خاکی کو اس نے تمہارے وجود کا حکم عطا کر دیا تمہیں عزت دی شرف دیا عظمت دی۔ تم پر شفقت فرمائی، رحمت فرمائی، رزق دیتا ہے۔ صحت دی عزت دی اور اگر تم بیٹھ کر گننے لگو تو اتنے انعامات کئے ہیں تم پر کہ تم خود بھی شمار نہیں کر سکتے۔ فرمایا تم ہی انصاف کرو کہ کیا ایسے اللہ کو چھوڑ دو گے یا چھوڑ دینا چاہیے۔ ہرگز نہیں۔

اگر ایمان ہے تو اللہ کا قرب تلاش کرو۔

تقویٰ کیا ہے اللہ سے تعلق استوار رکھنے کا نام۔ تقویٰ ایک کیفیت کا نام ہے۔ ایک حالت کا نام ہے۔ عموماً میں اس کی مثال اس طرح سے دیا کرتا ہوں کہ جیسے بعض لوگوں سے ہمارے تعلقات کی نوعیت ایسے بن جاتی ہے کہ وہ خود موجود نہیں ہوتے ان کی عدم موجودگی میں بھی کسی بات کا یا کسی کام کا فیصلہ کرتے وقت ہم ان کی پسند کا خیال رکھتے ہیں۔ جیسے ایک بڑے تجربے سے ہم گزرتے ہیں دونوں کا معاملہ آپ لے لیں۔ ایک بھائی ہے یا ایک دوست ہے وہ ملک سے باہر ہے اب جس شخص کو وہ پسند نہیں کرتا ہمارے ساتھ سارے لوگ حیلہ کر لیں ہم صرف اس لیے اسے ووٹ نہیں دیتے کہ وہ دوست یا وہ بھائی جو ملک سے باہر ہے وہ خفا ہو جائے گا۔ بات آپ کی درست ہے آدمی یہ ٹھیک ہے ہمیں اس سے کوئی رنجش بھی نہیں ہے۔ ہم ووٹ دے دیتے لیکن اس کی جو خاطر ہے وہ ہمیں اس سے زیادہ مضبوط ہے۔ ہم اسے ناراض نہیں کر سکتے۔ ایک تعلق ہوتا ہے اس کے ساتھ ہمارا جو تعلق ہے وہ اتنا گہرا ہے کہ یہ شخص سامنے ہے لیکن اس شخص کا تعلق اس شخص کے تعلق کو مجروح نہیں کر رہا جو موجود نہیں ہے۔ وہ تعلق مضبوط ہے۔

اس طرح کا تعلق اگر رب جلیل سے بن جائے تو اسے تقویٰ کہا جاتا ہے۔ تو دنیا کی نعمتیں ہوں، لذتیں ہوں، لالچ ہو، راحتیں ہوں، کچھ بھی ہو وہ سارا کچھ مل کر مجھ سے اللہ کی نافرمانی اس لیے نہ کروا سکے کہ کبھی اللہ میاں ناراض ہوں گے میں یہ کام نہیں کرتا۔ اگر یہ بات حاصل ہو جائے تو یہ کیفیت تقویٰ ہے تو فرمایا۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ: اے وہ لوگو جنکے عقائد جن کا تعلق ان باتوں پر ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں تم خود ہی انصاف کرو کیا اللہ چھوڑ دینے کے قابل ہے۔ یا ہمیں اس کا لحاظ کرنا ہو گا۔ اس کی باتوں کا پاس رکھنا ہو گا۔ اس کی پسند ناپسند کا خیال رکھنا ہو گا۔ ہمیں اپنا کردار جو ہے وہ دیکھنا ہو گا کہ وہ کس بات پہ خفا ہے۔ اس سے بچ جاؤں بلکہ فرمایا یہی نہیں وہ تو اتنی عظیم ہستی ہے کہ تمہیں اس کیلئے وسیلہ تلاش کرنا ہو گا۔

یہ بڑی عجیب بات

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

ہے۔ ہمارے ہاں اس پہ بڑے بڑے جلسے جوڑے بڑے معرکۃ الآرا مناظرے ہوتے ہیں۔ اور بڑی کھینچا تانی ہوتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں وسیلہ حرام ہے اور بعض کہتے ہیں وسیلے کے بغیر آدمی مسلمان نہیں ہوتا۔ اور ہمارے ہاں ایک اور بڑی عجیب بات ہے کہ اس شے کے جائز اور ناجائز ہونے پہ بحث ہوتی ہے۔ اور ساری عمر یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ اصل میں یہ شے کیا ہے یہ بڑی عجیب بات ہے۔ اگر اس چیز کی اصل کو دیکھا جائے تو بحث کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ یعنی ہم خود کیوں نہ دیکھیں کہ وسیلہ کیا بلا ہے۔ اس کے بعد دیکھیں گے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے۔

وسیلہ عربی کا لفظ ہے جو س سے بھی لکھا جاتا ہے اور ص سے بھی لکھا جاتا ہے۔ وسیلہ لکھا جاتا ہے وسّل سے ہے اور و س ی ل ۃ یہ وسّل سے ہے۔ لیکن یہ وصیلہ ہے جو صواد سے وصیل لکھا جاتا ہے اس کا معنیٰ ہوتا ہے مطلق جڑنا۔ بغیر کسی کیفیت کے بغیر کسی دوستی دشمنی کے بغیر کسی محبت یا عداوت کے دو چیزوں کا آپس میں جڑ جانا اسے وصیلہ کہتے ہیں۔

ہمارے ہاں وہ علماء اور شعراء نے اسی صواد والے لفظ کو لیا ہے۔ حالانکہ اصل میں اس کا معنیٰ بغیر کسی کیفیت کے دو چیزوں کا جڑ جانا ہے۔

یہ جو وسیلہ سین سے لکھا جاتا ہے اس کا معنیٰ ہے محبت سے جڑ جانا۔ کسی کیفیت کی بناء پر جمع ہو جانا۔ کوئی ایسا ذوق جو دو چیزوں میں مشترک ہو اور انہیں جمع کر دے کوئی ایسی کیفیت جو دو ہستیوں کو یکجا کر دے۔ اسے وسیلہ کہتے ہیں۔ اب یہاں سین والا وسیلہ ہے۔ رب جلیل نے ارشاد فرمایا ہے

وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ: صرف یہ نہیں کہ اللہ کی پسند کا خیال رکھو بلکہ اللہ سے ان کی کیفیات کو بڑھانے کی کوشش کرو۔ جنہیں محبت کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسا تعلق جو ملنے پر مجبور کر دے۔ ایسا تعلق جو دوری کو برداشت نہ کرے ایسا تعلق جو وہاں سے اٹھنے نہ دے۔ ایسا تعلق جو اللہ سے جدا نہ ہونے دے۔ ایسا تعلق جو اس کے دروازے سے اٹھ کر کہیں جانے نہ دے۔ ایسا تعلق جو اس کے سوا کسی کی بات ہی نہ سننے دے جسے آپ محبت کہہ لیں، عشق کہہ لیں، الفت کہہ لیں فرمایا حق یہ ہے کہ نہ صرف خدا کے ساتھ یا اپنے اللہ کے ساتھ تقویٰ کا تعلق قائم کرو بلکہ اللہ سے محبت کر ایسی محبت کرو کہ خدا بھی تمہیں چاہنا شروع کر دے۔ اور خدا کو لوٹ کر چاہو کہ وہ بھی تمہیں لوٹ کر چاہے۔ یہ ہے وسیلہ۔ اور اس میں عدم جواز کی کونسی بات ہے یا اس میں جرح کی کیا ضرورت ہے۔

لیکن جتنی بحثیں جتنے مناظرے آپ دیکھیں گے اگر آپ کا اتفاق ہو تو لفظ وسیلہ پر آپ کو بحث نہیں ملے گی جواز عدم جواز کا زور لگاتے لگاتے، کھینچتے کھینچتے کہیں سے کہیں لے جائیں گے۔ حق یہ ہے یہ بڑی سادہ سی بات ہے یہ جو سین کے ساتھ وسیلہ لکھا جاتا ہے اس میں وہ کیفیت ہے۔

اب بھلے بندے کو خدا سے محبت کیونکر ہو جائے۔ بندہ بندہ ہے خدا خدا ہے۔ محبت کے لیے جذبات کا ایک جیسا ہونا شرط ہے۔ دو بھوکوں کو آپس میں محبت ہو سکتی ہے ایک شکم سیر ہے ایک بھوکا ہے۔ ان کی محبت کیا ہے۔ ایک رئیس آدمی ہے۔ ایک فقیر ہے تو ان کی محبت کا کیا امکان۔ حالانکہ دونوں آدمی ہیں تو جب تھوڑا تھوڑا فاصلہ ہو ایک بیمار ہے۔ دائم المریض ہے ایک صحت مند ہے تو ان کی دوستی نہیں چلتی۔ لیکن دو پہلوانوں کی اور دو بیماروں کی آپس میں چلتی ہے۔ وہ دونوں مل کر ہسپتال جا رہے ہوتے ہیں۔ یہ دونوں اکھاڑے جا رہے ہوتے ہیں۔ کوئی قدر مشترک ہے۔ کوئی چیز ایسی ہے جو دونوں میں ہے۔ دوستی کے لیے محبت کے لیے کوئی بنیاد چاہیے۔ جو دونوں طرف ہو پھر تو محبت ہو۔ بندہ بندہ ہے مخلوق ہے اور اللہ خالق ہے یہ محتاج ہے وہ بے نیاز ہے یہ اسے دیکھ نہیں سکتا، اس کی بات نہیں سن سکتا۔ اس کی مثال بیان نہیں کر سکتا۔ اسے اس سے محبت کیسے ہو جائے۔ سمجھ نہیں آتی بندے اور خدا میں محبت کا رشتہ کیسے ہو۔ قرآن حکیم ایک جگہ تو ارشاد فرماتا ہے محبت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ بندہ جواباً محبت کرتا ہے۔

یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ: بندے میں وہ شعور یا وہ ادراک یا وہ احساس کی بلندی ہے ہی نہیں جو اللہ سے محبت کرے

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

لگے یہ تو محبت کرے گا روٹی کے ٹکڑے سے۔ اس کی سوچ کی بلندی اس کی طلب کی انتہا۔ ایک ٹکڑا سونے کا۔ ایک ہیرا۔ چند روپے کوئی کرسی، کسی ملک کی حکومت، آپ کہہ لیں۔ کوئی سلطنت کہہ لیں لیکن اس کی طلب کی انتہا پھر مادی ہو گی۔ مگر جب اللہ سے محبت کرنا شروع کر دیتا ہے تو یہ محبت کی خطرت ہیں سے ہے کہ یہ جہاں جاتی ہے وہاں سے جواب بھی محبت میں پاتی ہے جب اللہ بندے سے محبت کرتا ہے تو بندے کے دل میں جواباً اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

فرمایا۔ یُحِبُّہُمْ: اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔

وَیُحِبُّوْنَہٗ: وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

عَسٰی اَنْ یَّاْتِیَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّہُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ

عنقریب خدا ایسی قوم پیدا کر دے جس سے اللہ محبت کرتا ہو اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہوں۔ یعنی پہلے محبت کی ابتداء اللہ کی طرف سے ہوتی ہے وہ کسی کو محبوب بنا لیتا ہے جسے وہ محبوب بناتا ہے اس سے وہ محبت کرتا ہے جواباً اس کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ میرے خیال میں کچھ اور ٹیڑھا ہو گیا یعنی پہلے تو ہم پھنسے ہوئے تھے اس مشکل میں کہ اللہ سے ہم محبت کریں۔ کیسے؟ اب ہماری مصیبت یہ بن گئی کہ خدا سے اپنے ساتھ محبت کروائیں کیسے ہم پھر آگے چلے گئے نا۔

پہلا سوال ہمارا یہ تھا کہ ہم بندہ ہو کر اللہ سے کیسے محبت کریں، اس کا بڑا آسان جواب ہم نے تلاش کیا کہ اللہ ہم سے محبت کرنا شروع کر دے تو ہم بھی اللہ سے محبت کرنا شروع کر دیں گے۔ بڑی آسان سی بات ہے اور یہ آسان سی بات اور مشکل ہو گئی کہ ہم کیسے اللہ کو عرض کریں کس طرح سے اللہ سے یہ درخواست پیش کریں کہ یا خدا تو مجھ سے محبت کرنا شروع کر دے۔ خدایا تو مجھے اپنا محبوب بنا لے۔ یہ کیسے ممکن ہے اس کے لیے کیا کرنا ہے۔ یعنی اپنا حل سوچتے ہوئے بجائے کسی آسان جگہ پہنچنے کے مشکل میں پھنس گئے لیکن نہیں ہم واقعی آسان جگہ آ گئے۔

کیونکہ قرآن حکیم اس جگہ رہنمائی فرماتا ہے۔ فرماتا ہے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے فاتبعونی یحببکم اللہ: تم میری غلامی قبول کر لو اللہ تم سے محبت کرنا شروع کر دے گا۔ لوگوں کو بر سر منبر بتا دیجئے اعلان کر کے بتا دیجئے ساری اولاد آدم کو بتا دیجئے آپ کیونکہ حضور مبعوث ہوئے ساری انسانیت کے لیے تو فرمایا ساری انسانیت کو یہ نسخہ بتا دیجئے کہ لوگو! تم اپنے فیصلوں میں میری غلامی اختیار کر لو اور میری غلامی اختیار کرنے پر یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ: اللہ تم سے محبت کرنا شروع کر دے گا۔ جب اللہ تم سے محبت کرے گا تو تمہیں بھی اللہ سے محبت پیدا ہو جائے گی۔ اور تمہارا اللہ کے ساتھ محبت کا معاملہ چل نکلے گا۔ تمہارا محبوب اللہ ہو گا اور تم اس کے محبوب بن جاؤ گے، کتنی عجیب بات ہے۔

اور یہ جو آپس میں معاملہ محبت کا ہے کہ آدمی سر نہیں اٹھاتا اسے اللہ کے دروازے پہ رکھنا محبوب ہے اس کا دل کہتا ہے کسی نے مجبور نہیں کیا اس کے لب خاموش نہیں ہوتے اس کا دل کہتا ہے اللہ کا نام لوں۔ اس کا دل خاموش نہیں ہوتا اس کا دل کہتا ہے اللہ اللہ کرتا رہوں۔ کیوں اسے خود بھی نہیں پتہ کیوں۔ کیوں کا کوئی جواب نہیں ہوتا۔ اسے محبت کہتے ہیں اور یہ محبت کے ساتھ ملتا جو ہے اسے وسیلہ کہتے ہیں۔ جس ادب کے طفیل محبت نصیب ہو جائے وہ وسیلہ ہے۔ جس انسان کے طفیل یہ عمل نصیب ہو جائے وہ انسان وسیلہ بن جاتا ہے۔ استاد نے تعلیم دے کر تربیت کر کے بات سمجھا کر اس قابل کر دیا کہ اب اللہ کی عبادت کر تو وہ وسیلہ بن جائے گا۔

نبی نے ساری کائنات کو اللہ کا پتہ دیا تو ساری کائنات کے لیے اللہ کا وسیلہ بن گیا اللہ کا رسول۔ ساری کائنات نے اللہ کی اطاعت اختیار کی اور اللہ کی محبت، گویا یا تو وہ اطاعت وسیلہ کہلائی، نیک صحبت وسیلہ کہلائے گی۔ نیک مجلس وسیلہ کہلائے گی۔ نیک انسان وسیلہ کہلائے گی۔ ہر وہ واسطہ ہر وہ ذریعہ جو بندے کے دل میں اللہ کی محبت پیدا کر دے وہ وسیلہ ہے۔

اور یہ جو ہم نے عام کر لیا ہے کہ ہر دنیاوی کام کیلئے نبی سے لیکر گاؤں کے پیر تک سب نام بیچ دیتے ہیں اپنے ایک جھگڑے کو بچانے کے لیے یہ وسیلہ نہیں ہے یعنی امور

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

دنیا کے لیے، معمولی لذائذ کو حاصل کرنے کے لیے، حتیٰ کہ چوری چوری کرنے کے لیے نکلتے ہیں تو نذر مان کے نکلتے ہیں یہ وسیلہ جائز نہیں ہے۔

یہ وسیلہ کہا ہی اس عمل کو جائے گا جس سے اللہ کے ساتھ محبت پیدا ہو جائے اور ظاہر ہے محبت اطاعت سے ہو گی اطاعت نبوی سے ہو گی۔ اطاعت الٰہی سے ہو گی بلکہ آسان ترین نسخہ اللہ کریم نے بتا دیا کہ لوگو مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ میرے حبیب کو دیکھ سکتے ہو۔ میری بات نہیں سن سکتے۔ میرے حبیب کی تو سن سکتے ہو۔ وہ تم میں رہا بسا زندگی بسر کی تمہارے ساتھ کھایا پیا۔ پوری طرح جنگ و جدل سے گزرا، انصاف کی عدالت سے گزرا، میدانوں، صحراؤں سے گزرا، دوستوں اور دشمنوں سے گزرا، زندگی کا کون سا صحرا، کون سا ریگزار، کون سا کوہستان، کون سا دریا، کونسا سمندر ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبور نہیں فرمایا۔ زندگی میں کسی پہلو سے آؤ حکومت و سلطنت کے پہلو سے آؤ یا فقر و بوریہ نشینی کے دروازے سے داخل ہو جاؤ۔ علم و تعلم کے دروازے سے آؤ یا عدل و انصاف اور عدالت کے دروازے سے عبادت ورع و تقویٰ اور زہد کے راستے آؤ یا ایک فاتح جرنیل کی صورت میں بھیڑیں اور بکریاں چراتے ہوئے وارد ہوئے معاشرے میں یا ایک تجارتی قافلے کے ساتھ تجارت کرتے ہوئے تم دنیا میں کثیر العیال ہو کر آؤ یا غریب الوطن مسافر کسی حال میں آؤ نقش کف پائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری رہنمائی کے لیے موجود ہیں تو جب انہوں نے کوئی راستہ ایسا نہیں چھوڑا جس پہ روشنی بنکر حضورؐ کے نقوش کف پا جگمگ جگمگ نہیں کرتے تو تم ان راستوں پر چلنا شروع کر دو، اللہ فرماتے ہیں میں تمہیں محبوب بنالوں گا۔

اور جب میں اللہ تم سے محبت کروں گا تو کیا اللہ کی محبت میں اتنی قوت بھی نہیں ہے کہ میں محبت کروں گا اور تم مجھ سے محبت نہیں کرو گے۔

حضرت ابوالحسن خرقانی کا واقعہ میں کئی دفعہ بیان کیا کرتا ہوں کہ حج پر تشریف لے گئے تو فرماتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ کسی ایسے وقت طواف کروں کہ بیت اللہ میں کوئی نہ ہو اور اکیلے موقع مل جائے اس وقت تو آج کل کی طرح ذرائع اور وسائل نہیں تھے بھیڑ نہیں ہوتی تھی۔ موقع مل جاتا تھا تو فرماتے ہیں میں آدھی رات ادھر گیا ایک نوجوان بچی کو طواف کرتے ہوئے پایا۔ اکیلے ایک عورت طواف کر رہی ہے۔ پکار پکار کر مانگ رہی ہے اللہ سے اپنے اللہ سے باتیں کر رہی ہے۔ میں یہ سمجھ سکا کہ کہہ رہی ہے، اے اللہ اس محبت کے طفیل جو تجھے مجھ سے ہے میری بات کو رد نہ کرنا میری بات قبول فرما لینا۔ فرماتے ہیں مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا اور میرے سامنے سے گزر رہی تھی۔ تو میں نے اسے جھڑک دیا میں نے کہا اے لڑکی سنبھل کر ہوش سے بات کر خدا کا خوف چاہیئے۔ یہ بیت اللہ ہے اور اتنا بڑا دعویٰ۔ اپنی طرف سے دعویٰ کر کہ اللہ مجھے تم سے محبت ہے۔ تم اللہ کی طرف سے دعویٰ کر رہی ہو کہ تجھے مجھ سے محبت ہے فرماتی ہیں ابوالحسن اگر اسے مجھ سے محبت نہ ہوتی تو ساری دنیا کو سلوا کر مجھے اپنے دروازے پہ کھڑا نہ کرتا یہ ساری مخلوق تو اس کی ہے جو سو رہی ہے شہر میں گر دا گرد کوئی بات ہے جو مجھے سونے نہیں دیتی۔

یعنی اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے تو اب آدمی اللہ کی اطاعت چھوڑ نہیں سکتا مجبور ہو جاتا ہے۔ فرمایا لوگو! نہ صرف یہ کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ سے تعلق مضبوط رکھو، بلکہ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ مزید وسیلہ تلاش کرو اور محبت بڑھاؤ اور تعلقات کو زیادہ مضبوط کرو اور قریب ہو جاؤ۔ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ، اور یاد رکھو، جان لڑا دو، مر جاؤ۔ اس کام کے لیے لیکن پیچھے مت ہٹو ہٹ جاؤ لیکن خدا کی طلب سے دست بردار مت ہو جاؤ، لڑنا پڑے تو لڑو، اللہ کی راہ میں شہید ہونا پڑے تو کٹ کے مر جاؤ، راتوں کو اٹھنا پڑے تو جاگتے رہو وطن چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دو، ہجرتیں کرنا پڑے تو کر جاؤ، مجاہدے کرنا پڑیں تو کرو۔ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ، جہد سے نکلا ہے یعنی محبت ایک جہد مسلسل ہے محبت میں لمبی تان کر سونے کا تصور آپ کو کس نے دیا۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ محبت کرنے والے تو بے فکر ہو کر نہیں سوتے محبت تو ایک جہد مسلسل ہے۔ سولی پر لٹکنے کا نام ہے۔ آرام کا نام نہیں ہے اگر اللہ سے محبت مانگتے ہو تو خود کو اللہ کا محبوب ثابت کرنا چاہتے ہو یا اللہ کو اپنا محبوب بنانا چاہتے ہو اور پھر لمبی تان کر سو بھی جاتے ہو تو یہ کیسے ممکن ہے۔

بغیر محبت کے جس نے بلندیوں پر پہنچنا چاہا اس نے ایک

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

طلب محال کی طلب میں عمر کو ضائع کر دیا۔ مشقت اور مجاہدہ ہی تو راستہ ہے اور پھر عشق اور نیند محبت اور نیند محبت اور سکون عشق اور آرام یہ کیا باتیں کرتے ہو ہاں آرام تب ہو گا جب یہ درمیان سے جہان ہٹ جائے گا۔ جب ہم تم روبرو ہونگے۔

جب تم اپنے گھر پہنچو گے تم وہاں پہنچو گے جو جگہ اللہ نے تمہارے رہنے کے لیے بنائی ہے جب تم وہاں پہنچو جہاں دیدار باری تمہیں نصیب ہو گا۔ جب تم ان گھروں پہ پہنچو گے جہاں اللہ سے بات کرنے کی تمہیں سعادت نصیب ہو گی۔ تو پھر چین سے سونا چین سے رہنا۔ لیکن یہاں یہ تو طلب ہے یہاں چوروں کی زد پہ ہو ڈاکوؤں کی زد پہ ہو۔ یہاں تو تمہیں تمنا کے پہلو سے کوئی اٹھا کے لے جائے گا۔ یہاں تو تمہاری غفلت تمہیں تباہ کر دے گی۔ یہاں تو تمہارے پیچھے تمہیں چرانے والے بھی لگے ہوئے ہیں تمہارا نفس بھی ہے شیطان بھی ہے دنیا کا ایک نظام بھی ہے تمہارے دشمن ہیں جہاں تمہیں جانا ہے جاتے ہوئے دیکھ نہیں سکتے ایک کفر کی دنیا بھی ہے۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو خود اس نعمت سے محروم ہیں وہ یہ دولت تمہارے ہاں بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ تو اتنا سا مال کچھ انہیں بھائے گا کیا تم بے خبر کیسے ہو جاتے ہو۔

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ : جہد مسلسل جاری رکھو یہ راستہ ہے فلاح کا کامیابی کا دائمی ابدی ہمیشہ کی کامیابی کا جو فرد کی ذات سے لیکر دو عالم کو محیط ہے اس کی کامیابی کا راستہ جہد مسلسل ہے۔

بات رہ گئی دنیا کی تم دیکھتے ہو تمہارے ارد گرد ایسے لوگوں کے پاس بھی دنیا ہے جو کافر ہیں، چور، ڈاکو، بدکار ہیں لیکن اللہ فرماتے ہیں میں تمہیں دنیا کی حقیقت بتا دوں ایک حدیث شریف کا معنی اس طرح سے بنتا ہے مفہوم اس کا کہ اگر مچھر کے پر کے برابر بھی دنیا کی قیمت اللہ کے ہاں ہوتی تو کافر پانی کے گھونٹ کو ترس کر مر جاتا۔ اللہ نہ دیتا۔ دنیا کی اتنی بھی قیمت نہیں ہے خدا نے کافروں کو بھی دی ہے۔ لیکن اپنی محبت کسی کافر کو دیکھنے کو بھی نہیں دی بات ہی نہیں کرنے دیتا۔ سمجھنے ہی نہیں دیتا۔ اس کی سمجھ ہی میں نہیں آنے دیتا۔ فرمایا دنیا کا کیا ہے یہ عقلاً محال ہے کہ ساری دنیا بیک وقت کسی ایک آدمی کو مل جائے ساری دولت، سارا زر و جواہر سارے مال خزانے نہ صرف یہ بلکہ جو کچھ دنیا میں ہے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ابو ظہبی کے ساتھی جاوید قمر کے والد منظور الٰہی قمر صاحب ۲۷ اکتوبر کو کراچی میں وفات پا گئے ہیں حلقے کے ساتھیوں کے لئے دعا مغفرت کی درخواست کی ہے۔

اسے دگنا کر دیا جائے ساری دولت لے کر ایک کافر میدان حشر میں آئے اور کہہ دے کہ خدایا یہ دو چند دنیا لے لے اور آگ کے عذاب سے مجھے چھوڑ دے تو فرمایا اللہ قبول نہیں کرے گا۔ تو پھر کیا فائدہ۔

اس لیے کہ یہ کیوں قبول کرے کوئی کافر کے باپ کی ہے دنیا کبھی تو اسی کی ہے لے کر جائے گا تو سوال یہ ہو گا کہ یہ نعمت ملی تو میری تھی اسے بھی تو نے برتا اس کے بدلے میں کون سا شکریہ ادا کیا اب اپنی چیز تو کسی کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَھُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَہٗ مَعَہٗ : اگر کافروں کے پاس روئے زمین پر جو کچھ ہے جمع ہو جائے اتنا اور بھی انہیں مل جائے

لِیَفْتَدُوْا بِہٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اور وہ چاہیں کہ قیامت کا عذاب، یہ دولت دے کر ٹل جائے **مَا تُقُبِّلَ مِنْھُمْ** ان سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ : اور کفر کا انجام دردناک عذاب ہے۔ **یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ** : یہاں یہ حسرت ان کے سینے کو چھید چھید جائے گی۔ ان کے دلوں کو پارہ پارہ کر دے گی کہ کاش ہم یہاں سے نکل سکتے۔

وَمَا ھُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْھَا : لیکن وہاں سے نکل نہیں پائیں گے اس لیے کہ **وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ** : کہ کافر کیلئے عذاب دائمی ہو گا نکلنے کا راستہ نہیں ہو گا۔ گناہ پر موت آجائے اللہ سے بخشش کی امید ہے لیکن اللہ پناہ دے عقائد تباہ ہو جائیں، کفر پہ موت آجائے فرمایا اس کے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

عظمتِ نبوت

حضرت مولانا محمد اکرم

اللہ جل شانہٗ نے وجودِ انسانی میں عجیب استعداد رکھی ہے اس کا وجود مادی ہے اس مادی وجود کے ساتھ روح کو جو عالم امر سے متعلق ہے ملا دیا ہے۔ عالم امر کے لطائف اس کی آمیزش میں شامل ہیں اور انسانی اعمال کو اتنا موثر بنایا ہے کہ کبھی تو اُس کی ادنیٰ سی حرکت اُسے بلندیوں تک پہنچا دیتی ہے اور کبھی اُس کی چھوٹی سی لغزش اُسے برائی کی اتھاہ گہرائیوں میں پہنچا دیتی ہے۔

قرآن کریم میں جب فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ارشاد ہوتا ہے تو معجزاتِ موسوی دیکھنے کے بعد فرعون اپنے مشیروں سے مشورہ لیتا ہے کہ کیا کرنا چاہیئے۔ وہ کہتے ہیں یہ جادو ہے، ملک جادوگروں سے بھرا ہُوا ہے۔ آپ جادوگروں کو بلالیں یہ ایک ہے آپ زیادہ اکٹھے کر لیں۔ تو اُس نے جس قدر قابلِ ذکر جادوگر مصر میں مل سکے۔ جمع کیے۔

میدانِ مقابلہ میں پہنچنے تک جادوگروں کی تمام تمنائیں تمام خواہشات تمام آرزوئیں فرعون سے وابستہ تھیں جانتے ہی نہ تھے موسیٰ علیہ السلام کو۔ طویل اُجر کا سوال کیا۔ اگر ہم جیت گئے تو ہمارے لئے خصوصی انعام رکھیں گے آپ بطورِ خاص کوئی چیز عطا کی جائے گی۔ تو انعام میں فرعون نے بھی کہا تمہیں میرا قرب اور دربار میں میرے ساتھ نشست حاصل ہوگی۔ اُن کا خیال بھی یہی تھا اور اُس کی عظمت کی قسمیں کھا رہے تھے۔ فرعون کی عزت کی قسم ہم کامیاب رہیں گے۔ میدان میں یہ ہُوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام مقابل آئے تو فرعون کے دل میں جو حقارت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھی وہ اُن کے دل میں نہیں تھی اگرچہ وہ نبوت و رسالت اور اُس کے مفہوم سے باخبر نہ تھے ذاتِ باری سے انہیں آشنائی نہ تھی اُن کی تمام امیدوں کا مرکز اُس وقت تک فرعون تھا۔ موسیٰ علیہ السلام سے انہیں کوئی ضد کوئی نفرت کوئی لڑائی بھی نہ تھی وہ تو محض فرعون کی حمایت کے لئے آئے تھے مقابلہ کرنے چلے تھے اس خیال سے کہ یہ شخص بھی اپنے فن کا اُستاد ہے مانا ہُوا شخص ہے جس نے فرعون کو مصیبت میں ڈال دیا جو اپنی الوہیت کا مدعی ہے اور اپنے کو خدا کہتا ہے کہلواتا ہے اور منواتا ہے لوگوں سے سجدے کرواتا ہے یہ آدمی شکست دیئے بغیر چھوڑ

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

دینے کے قابل نہیں۔

اس خیال سے انہوں نے صرف اتنا کہا موسیٰ علیہ السلام سے کہ آپ پہلے اپنی لاٹھی پھینکنا پسند فرمائیں گے یا ہمیں اجازت دیں گے یعنی وہ تنفر وہ حقارت وعناد یا وہ دشمنی کچھ بھی آپ کہہ لیں وہ نہیں تھی اُن کے دل میں وہ جانتے نہیں تھے کہ یہ اللہ کا نبی ہے وہ نہیں جانتے تھے کہ خدا کیسا ہے۔ کیا ہے ان کی اُمیدیں بھی دوسرے کفار کی طرح فرعون ہی سے وابستہ تھیں لیکن ایک گوشہ احترام کا جو نبی کے لئے اُن کے دل میں پیدا ہُوا وہ رب کریم کو ایسا بھایا کہ فرعون فرعون ہی رہ گیا۔ جادوگر جو انتہائی جرم کے سب سے بڑا جرم خدا کے نبی اور رسول کے مقابلے میں کھڑا ہو کر اُسے ایذا دینا ہے۔ میدان میں اس غرض سے آئے تھے لیکن جھکتے ہوئے سورج نے انہیں شہید ہوتے دیکھا اُبھرتے ہوئے سورج نے انہیں فرعون کی حمایت میں نبی کے مقابل کھڑے دیکھا لیکن اُسی سورج نے مغرب کو جھکتے ہوئے وہیں مسجود دیکھا اور انہوں نے جو باتیں کیں۔

کہ فرعون نے جب کہا کہ تم نے سجدہ کر کے اچھا نہیں کیا تم موسیٰ سے ملے ہوئے ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہو سارے اور تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کی ٹانگ کاٹ دوں گا میں تمہیں سولی پہ لٹکا دوں گا یہ کروں گا وہ کروں گا۔

تو انہوں نے کہا کہ تو جو کچھ کر سکتا ہے کر گزر لیکن ایک تجھے بتا دیں انما ہذہ الحیاۃ الدنیا۔ تجھے خدا نے وقتی اور لمحاتی مہلت اور اقتدار و اختیار دیا ہے جو اس مادی عالم کو ایک حد تک متاثر کر سکتا ہے ہماری نگاہ اس سے بہت آگے ہے ہم تو بارگاہِ الوہیت کی حضوری چاہتے ہیں اور تیرا یہ فعل ہمارے اس مقصد کو پانے کا ذریعہ اور سبب بن جائے گا۔

یعنی وہی جو فرعون سے مادی دولت کے طالب تھے اب فرعون کی اُس سزا پہ بڑے خوش ہو رہے ہیں کہ اس کا قتل کر دینا ہمیں براہ راست بارگاہِ الٰہی میں پہنچا دے گا۔ اور وہاں دو تین آیات مسلسل جو اُن کی باتوں کی ارشاد فرمائی ہیں اُس میں انہوں نے وہ حقائق ارشاد فرمائے کہ دنیا کی بے ثباتی آخرت کا دوام اُس کی نعمتوں کے متعلق قربِ الٰہی کے بارے اور ایسی چیزیں جن سے وہ ناآشنا تھے نہ انہیں کسی نے پڑھائیں نہ پڑھیں نہ انہیں فرصت ملی۔ وہی نرمی وہی طلب جو نبی کی عظمت کے لئے دل میں غیر شعوری طور پہ نبی کو نہ جانتے ہوئے نبی سے واقف نبوت کا علم نہ رکھتے ہوئے محض ایک عظیم انسان خیال کرتے ہوئے اُن کے دل میں در آئی اُس کے پیچھے جب لپکے تو خدا نے انہیں فیوضات و برکات نبوت سے سرفراز فرمایا اور بغیر کسی کے بتائے ہوئے وہ عالم بھی بن گئے بغیر کسی کے پڑھائے ہوئے۔ اللہ کی طرف سے پڑھیں [illegible]

اُس مجلس میں فرعون اور دوسرے قبطی بھی تھے وہ وہی معجزہ وہی کیفیت دیکھ کر اپنے کفر میں شدید تر ہو گئے۔ کیونکہ بنیادی طور پہ اُن کے دل میں موسیٰ علیہ السلام کے لئے کوئی احترام تھا ہی نہیں یہ اتنا نازک معاملہ ہے اللہ کریم فرماتے ہیں۔

جس طرح پہلے ایمان نہیں لائے انہوں نے انکار کیا۔ انہوں نے نبی کریم اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جہاں دلائل نبوت ارشاد فرمائے ہیں رب العالمین نے وہاں آپ کا اعلان نبوت سے پہلے کی زندگی میں راست باز ہونا صادق اور امین ہونا زندگی کا یہ حسن بطور نبوت کی دلیل کے ارشاد فرمایا اور اس طرح سے ارشاد فرمایا ہے کہ جس معاشرے میں ایسا بے مثل انسان موجود ہو اتنا سچا اتنا کھرا اتنا راست باز تو ایسا عظیم انسان کیا ویسے بھی عزت کا مستحق نہیں ہے؟ اگر وہ نبی نہ ہوگا ایک خاص احترام کا مستحق نہیں ہے؟ پھر تمہیں کیوں دشمنی پیدا ہو گئی کہ ہم اگر نبوت تسلیم کر لیں تو ہماری بات تو نیچے آ جائے گی اور یہ ہم سے آگے چلے جائیں گے۔ ہمیں ان کے پیچھے چلنا پڑے گا ان سے نباہ کرنا پڑے گی۔

اتنی سی بات پہ اڑ گئے۔ تو جن لوگوں نے اس کو کھرا ہو کر صاف ہو کر دیکھا انہیں ایمان نصیب ہُوا اور جو اس بات پہ اڑ گئے کہ آدمی کیسا بھی ہو ہماری بھی تو کوئی حیثیت ہے ہم کیوں پیچھے چلیں تو اُس کی سزا اللہ کریم فرماتے ہیں۔

ہم نے اُن کے دل کو پلٹ دیا اب اُسے اچھائی برائی نظر آتی ہے اور برائی اچھائی نظر آتی ہے۔ ان کے اس فعل کے نتیجہ میں ہم نے پلٹ دیا جس طرح عبادات کی جزا اللہ کی طرف سے ہے اسی طرح جرائم کی سزا بھی اُسی کی طرف سے ہے۔ اجر

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

ثمرات ہوتے ہیں اور من جانب اللہ ہوتے ہیں افعال انسان کی طرف سے ہوتے ہیں اور اُن پہ جو اجر مرتب ہوتا ہے وہ اُس کی طرف سے ہوتا ہے۔

مجاہدہ انسان کرتا ہے اور اُس پہ اجر اللہ کی طرف سے مرتب ہوتا ہے اس طرح خطا کے لئے سزا بھی اُسی کی طرف سے ہوتی ہے۔

تو نبی کے ساتھ یہ سلوک کرنا کہ اُس کی بات کو اہمیت نہ دی جائے۔ یہ دل کو مردہ کر دیتی ہے۔ اب اس میں مختلف مدارج ہوتے ہیں اگر تو اتنا ہی اکڑ گیا ہے کہ بالکل نبی کی عظمت سے ہی اُس کا دل انکار کرتا ہے تو کافر ہو جائے گا۔ لیکن اگر اُس کے دل میں اتنی بات ہے کہ نبی کی عظمت بھی ہے اور ساتھ اپنی کچھ تھوڑی سی اہمیت بھی ہے تو رمق ایمان کی اگر باقی رہ بھی گئی تو اُسے نبی کا اتباع نصیب نہیں ہو گا۔ یہ ہماری زندگی میں جو جا بجا خلاف سنت باتیں شامل ہو گئی ہیں۔ ان کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عظمت نبوت جہاں سے اٹھتی ہے وہاں سے سنت چلی جاتی ہے۔

بے شمار پہلو ہیں انسانی زندگی کے کھانا پینا۔ کمانا خرچ کرنا سونا جاگنا۔ دوستی دشمنی خانگی زندگی معاشرتی زندگی ماحول کے ساتھ تعلقات دوستیاں دشمنیاں والدین رشتہ دار عزیز بے شمار معاملات کا ایک بہت بڑا سرکل ہے جو انسان کے گرداگرد ہے تو اُس سرکل میں کسی کو نبی ؐ سے جتنی الفت ہو گی اتنا اُس سارے سرکل پر نبی کی سنت کا رنگ چڑھتا چلا جائے گا۔ اور جتنی جتنی عظمت پیامبر ؐ کسی کے دل میں کم ہو گی کسی ایک پہلو سے کم ہو گی کسی دوسرے اگرچہ اس بات کو ہم ماننے پر تیار نہیں ہوتے لیکن یہ حقیقت ہے کہ جب عظمت پیامبر دل میں مجروح ہوتی ہے۔ اعمال خلاف سنت ہوتے چلے جاتے ہیں۔

یہی کلیہ یہاں ارشاد ہو رہا ہے

کیوں اُن کے دل اُن کی نگاہیں ہم نے الٹ دیں۔ یعنی انہیں حسن بدصورتی نظر آتا ہے اور بدصورتی کو وہ حسین سمجھ رہے ہیں ظلم جو ہے وہ انہیں مزے دار لگتا ہے اور انصاف اور عدل اور راستی جو ہے وہ انہیں چبھتی ہے اچھی بات انہیں پسند نہیں آتی اور برائی پہ فریفتہ ہیں۔

آپ اپنے ماحول میں اپنے اردگرد دیکھیں کتنے لوگ ہیں

ہم اگلے دن جنگل میں پھر رہے تھے۔ میں نے ساتھیوں کو دکھایا کہ اتنی مشکل جگہ کہ جہاں جنگل کے جانور بھی بمشکل پہنچ سکیں عورتیں گھاس اکٹھا کر رہی تھیں وہ من ڈیڑھ کا گٹھا اٹھائیں گی۔ سحری سے اُٹھ کر آتی ہیں بے چاری اکیلی عورتیں کوئی مرد ساتھ نہیں ہے جنگل بیابان ہے اتنی مشکل جگہ ہے کہ اگر پاؤں پھسل جائے تو ہڈی پسلی کوئی شے سلامت نہ رہے تو ایک گٹھ گھاس کا لے کر کہیں ظہر کے بعد گھر پہنچیں گی پھر کھانا پانی نصیب ہو گا اتنی ساری مشقت ایک گٹھے گھاس کے لئے کر رہی ہیں لیکن اُن کو خدا کا ایک سجدہ نصیب نہیں۔

یہ اتنا آسان کام اتنا لذیذ کام کہ اتنی زیادہ اُس میں آمدن ہے کہ دنیوی زندگی بھی اور اُخروی زندگی بھی سنورتی ہے اور اس گھاس کے گٹھے میں تو دو روپے آجائیں گے اُن دو یا چار روپوں کے لئے تو سارا دن مشقت برداشت کرتا ہے آدمی کہ جو عام آدمی کے بس کا روگ نہیں اور اللہ کا سجدہ جس میں اپنے پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور قرب بھی ہے حضور کی رضامندی بھی ہے خدا کا قرب بھی اور آدمی کلمہ گو بھی ہے مسلمان ہونے کا مدعی بھی ہے اُس سے کیوں محروم ہے حالانکہ جس کام کو وہ کر رہا ہے اس کی نسبت وہ بہت آسان ہے شائد اس لئے کہ دنیا کی اہمیت اُس کے دل میں نبی ؐ کی معرفت سے زیادہ ہے۔

یہ اور بات ہے کہ کوئی زبانی کہے یا نہ کہے عملی زندگی میں یہ بات ضرور ہے اور اس جرم کی سزا یہ ہوتی ہے کہ انہیں نماز اور مسجدوں سے اللہ کی یاد اور اُس کے ذکر سے اطاعت الٰہی اور اتباع پیامبر سے وہ دو روپے کا گھٹہ اتنا عزیز ہے کہ اُس کے لئے اتنی مشقت برداشت کئے بیٹھا ہے یہ کسی ایک فرد کی بات نہیں ہے ہم اگر اپنی زندگی پہ نگاہ دوڑائیں تو ہمیں بے شمار لمحے ایسے نظر آئیں گے جو ہم نے نیند کی نذر کر دیئے اور اللہ کی عبادت کے لئے اُٹھے جو ہم نے معمولی معمولی چھوٹی چھوٹی مصروفیات کی نذر کر دیئے اور اُس سے عبادت رہ گئی گویا اُس وقت کی وہ عبادت اُس وقت کے وہ سجدے اُس وقت کی وہ نماز ہی تصور کر لیں ہمارے لئے اُس چھوٹے سے کام سے کم اہم ہو گئی۔ یہ اُس کا کم اہم سمجھنا کیوں ہے اس لئے کہ خداوند کریم کسی کوتاہی کی سزا دیتا ہے۔

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

یہ جو ہمارے دل میں عبادات الٰہیہ کے بارے ہلکا پن آجاتا ہے یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص انتہائی سزا تک پہنچے اب ملک میں سزائے موت اگر مقرر ہے تو ہر جرم کے لئے نہیں ہے عظمت نبوت کے انکار کرنے کی سزا اگر کفر ہے تو پھر اُس انکار کے مدارج بھی ہیں اگر مدارج ہلکے ہوتے چلے جائیں گے تو اُس کی سزا بھی ہلکی ہوتی چلی جائے گی کلمہ پڑھنے کے بعد جب ہمارے دل میں وہ عظمت نہیں آتی جو حضور کا واقعی حق بنتی ہے تو وہ اطاعت نصیب نہیں ہوتی جو ہمیں واقعی کرنا چاہیئے بلکہ یوں ہوتا ہے کہ اللہ کریم دلوں کو نگاہوں کو پھیر دیتے ہیں احساس ہی نہیں ہوتا سمجھ ہی نہیں آتی کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ اور اگر یہ کیفیت بالکل ہی بدل جائے اللہ کریم فرماتے ہیں ہم انہیں چھوڑ دیتے ہیں پھر اُس شخص کو کوئی دلیل قائل نہیں کر سکتی۔

اگر فرشتے اُتر آئیں آسمانوں سے اور اُس کے ساتھ باتیں کریں مردے اُٹھ آئیں قبروں سے اور اُن سے کہیں کہ ہم نے برزخ جا کر دیکھ لیا دوزخ اور جنت دیکھا ہے آگے زندگی ہے اُس میں یہ بات ہے وہ بات ہے بلکہ تمام دلائل یک وقت اُس کے سامنے کر دیئے جائیں تو بھی وہ ایمان لا سکتا ہی نہیں ہاں خدا چاہے کسی کو ہدایت دے دے۔

اللہ کریم معاف فرما دے وہ رحم کر دے ورنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کو ہلکا سمجھنے والا اہمیت نہ دینے والا ایمان کی استعداد ہی کھو بیٹھتا ہے۔ اور پھر سارے دلائل اُس کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتے چونکہ اُس کے وہ قبول کرنے کا جو آلہ ہے وہ بگڑ گیا ہے اب ہمارے ہاں ریڈیو ٹی وی پر پروگرام نشر ہوتے ہیں وہ کتنے ہی اعلیٰ پروگرام کیوں نہ ہوں لیکن جو مشین آپ کے پاس ہے اگر وہ بگڑ جائے یعنی ہمارا سیٹ ہی خراب ہو جائے تو وہ جتنے پروگرام پیش کرتے ہیں ہمیں اُس سے کیا فائدہ ہو گا۔ ہمارے لئے اُن کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

اسی طرح جو اندر کی استعداد ہے دل کے اندر جو کیفیت ہے اگر یہ بدل جائے یا الٹ جائے تو سارے دلائل اُلٹے نظر آتے ہیں اور ایسے مجرم سے ہدایت مشکل ہی سے نصیب ہوتی ہے اللہ رحم فرمائے وہ تو قادر ہے ورنہ ایسے لوگ بچ نہیں سکتے تو جن باتوں کو ہم چھوٹا سمجھتے ہیں۔ اور ہلکا سمجھ کر اپنی روزمرہ کی زندگی میں چھوڑ دیتے ہیں۔ یاد رکھو جہاں بھی کوئی بدعت پیدا ہوتی ہے وہاں سے حضور کی سنت رہ جاتی ہے ہر بدعت کسی نہ کسی سنت کے کھنڈر پہ تعمیر کی جاتی ہے۔ سنت کو گرانا اور اُس کی جگہ بدعت کو استوار کرنا بڑا ظلم ہے۔

اور روزمرہ کی زندگی میں دیکھیں پہلے رواج شادی کی رسومات میں کرتے تھے آج کل تو جنازے بھی رواجوں کی نظر ہو گئے ہیں یعنی مرنے والے کو ہماری رواجوں سے کوئی غرض نہیں جو قبر میں جا رہا ہے اُس کو تو برکات پیامبرؐ چاہیئے رواجات نہیں چاہئیں۔ لیکن ہماری بدنصیبی کی انتہا یہ ہے کہ ہمارے میت بھی ہمارے رواجات کی نذر ہو جاتے ہیں اور جنازے تک رسومات کے مطابق پڑھنے کی کوشش کی جاتی ہے اتباع سنت کا خیال نہیں کیا جاتا۔

خدا نخواستہ اگر یہ مرض لمبا ہو جائے دائمی ہو جائے بڑھتا رہے تو نام تو مسلمانوں جیسا رہ ہی جاتا ہے لیکن آدمی مسلمان نہیں رہتا جس طرح ہم تھوڑی سی بیماری پہ متفکر ہو جاتے ہیں اگر کسی کو دو دن سر میں درد رہے تو وہ یہ سوچنا شروع کر دیتا ہے کہ کہیں اس کے ساتھ بخار نہ ہو جائے کہیں اس کے ساتھ مرض بڑھنا شروع نہ ہو جائے اس کے علاج کی فکر ہوتی ہے ہمیں چھوٹی چھوٹی کوتاہیوں پہ متفکر ہو جانا چاہیئے کہ کہیں میری وہ محبت جو ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہونا چاہیئے مجروح تو نہیں ہو رہی اُس کا کوئی کونہ کھدرا ٹوٹ تو نہیں رہا کہیں سے اُس میں کوئی دراڑ، کوئی اُس میں وبال تو نہیں آ رہا۔

اللہ کریم یہ فکر اور یہ سمجھ عطا کر دے تو توفیق عمل بھی دے دیتا ہے اور اگر یہ فکر ہی نصیب نہ ہو تو اعمال وقتی لمحاتی جذباتی ہوتے ہیں جب کہیں احباب میں مل بیٹھا تو کوئی نیکی کوئی سجدہ کوئی نیک بات سن لی کوئی نیک بات کہہ لی تو وہاں وہ نیکی قائم رکھے گا تو کیفیت کے آسرے پر جو اُس کو اپنے دل میں حضور سے نصیب ہے۔

خداوند عالم حاضر و غائب احباب اور تمام مسلمانوں کو توفیق عمل ارزاں فرمائے۔

http://knooz-e-dil.blogspot.com/

ہماری مطبوعات

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

○ تصوف

- تعارف تصوف — ۵/- روپے
- دلائل السلوک (اردو) — ۶۰/- روپے
- دلائل السلوک (انگریزی) — ۱۰۰/- روپے
- اسرار الحرمین — ۱۵/- روپے
- عقائد و کمالات علماء دیوبند — ۱۰/- روپے
- علم و عرفان — ۵/- روپے

○ حیات بعد الموت:

- سیف اویسیہ — ۱۰/- روپے
- حیاتِ برزخیہ — ۳۰/- روپے
- حیاتِ انبیاء — ۱۵/- روپے
- حیاتُ النبیؐ — ۱۵/- روپے

○ شیعیت ۔ تحقیقی مطالعہ:

- الدین الخالص — ۳۰/- روپے
- ایمان بالقرآن — ۲۵/- روپے
- تحذیر المسلمین — ۴۰/- روپے
- تفسیر آیاتِ اربعہ — ۱۰/- روپے
- تحقیق حلال و حرام — /- روپے
- حرمتِ ماتم — ۱۰/- روپے
- ایجادِ مذہبِ شیعہ — /- روپے
- شکست اعدائے حسینؓ — ۱۰/- روپے
- دامادِ علیؓ — ۲/- روپے
- بناتِ رسولؐ — ۱۰/- روپے
- الجمال والکمال — ۱۰/- روپے
- عقیدۂ امامت اور اس کی حقیقت — ۵/- روپے

(مصنفین) حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

- اسرار التنزیل حصہ اول
- اسرار التنزیل (مجلد) حصہ دوم
- "
- دیارِ حبیب میں چند روز
- ارشاد السالکین (اول)
- ارشاد السالکین (دوم)
- ارشاد السالکین (انگریزی)
- امیر معاویہؓ
- راہی کرب و بلا
- عصرِ حاضر کا امام
- شیعہ مذہب کے بنیادی عقائد
- حیاتِ طیبہ (انگریزی)
- نور و بشر کی حقیقت

۶۰/- روپے، ۱۰۰/- روپے، ۱۰/- روپے، ۱۵/- روپے، ۵/- روپے، ۱۵/- روپے، ۱۰/- روپے، ۵/- روپے، ۵/- روپے، ۵/- روپے، ۱۰/- روپے، ۵/- روپے

پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے اسلامیات و عربی

- ذکر اللہ (عربی) — ۵/- روپے
- لغزشیں — ۱۰/- روپے
- اطمینانِ قلب — /- روپے
- تصوف و تعمیرِ سیرت — ۱۵/- روپے
- کس لیے آئے تھے؟ — ۱۰/- روپے
- خدایا ایں کرم بارِ دگر کن — ۱۰/- روپے
- بزمِ انجم — ۲۰/- روپے
- دین و دانش — ۱۰/- روپے
- کونوا عباد اللہ — ۵/- روپے
- انوار التنزیل — /- روپے
- مغالطے — ۱۵/- روپے

سول ایجنٹ ◎ **اویسیہ کتب خانہ** ○ غزنی سٹریٹ ○ الوہاب مارکیٹ ○ اُردو بازار لاہور